26

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

7 جولائی 2004ء — 18 جمادی الاوّل 1425ھ

www.tanzeem.org

سب سے بڑا علَم بردار

جب سے امریکہ میں نئی قدامت پرست عیسائی حکومت (Neo-Con) برسر اقتدار آئی ہے صدر امریکہ جارج ڈبلیو بش نے اپنی حکومت کو ساری دنیا کے حقوق انسانی کا علم بردار اور نگران (Watch Dog) ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ سب سے پہلے ہم اس امر کا جائزہ لیں گے کہ حقوق انسانی کا سب سے بڑا علمبردار کون ہے؟

سال 1948ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے عالمی حقوق کا اعلان کیا جن کے چند متعلقہ آرٹیکل یہ ہیں کہ ”ہرانسان آزاد پیدا ہوا ہے، ہر شخص کو شخصی آزادی اور تحفظِ جان و مال کا حق حاصل ہوگا' ہرانسان کو بلا امتیاز رنگ ونسل اور قوم یکساں حقوق حاصل ہوں گے۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ کسی انسان کے ساتھ ظالمانہ اور غیر انسانی سلوک کرے۔“

تاریخ کی کسی جرح سے نہ ٹوٹنے والی یہ شہادت موجود ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے آج سے چودہ سو سال قبل پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمانِ الٰہی کی تعمیل میں انسان کو انسان کی اور ہر طرح کی غلامی سے آزاد کر دیا۔ اسے تحفظِ جان و مال کی ضمانت عطا کی اور اس دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اپنے الوداعی خطاب میں آزادی اور حقوقِ انسانی کا وہ ہمہ گیر چارٹر کرۂ ارض پر بسنے والے تمام انسانوں کو عطا فرمایا جس کے سامنے انگلستان کا میگنا کارٹا' فرانس کا معاہدۂ عمرانی' امریکہ کا بل آف رائٹس (Bill of Rights) اور یو این او کا موجودہ عالمی حقوقِ انسانی کا منشور سب نقشِ ناتمام نظر آتے ہیں' جس کا دیگر مذاہبِ عالم کے اکابرین نے برملا اعتراف کیا ہے۔ اس تاریخی حقیقت سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ مشرق ہو یا یورپ' جب کبھی اور جہاں کہیں بھی مسلمانوں نے حکمرانی کی ہے' اسلام کے اس ہمہ گیر حقوق انسانی کے چارٹر کی مکمل پاسداری نہ صرف سٹیٹ پالیسی کے طور پر' بلکہ اسے اپنے دین و ایمان کا بنیادی عقیدہ سمجھتے ہوئے کی ہے۔

ماخذ: ”ماہنامہ مُحدّث“

تحریر: محمد اسماعیل قریشی' ایڈووکیٹ

اس شمارے میں

پردہ گرتا ہے

ایک قصہ' تین سبق!

گاؤ رفت' اسپ آمد

انگریز حکومت کے شکوک وشبہات

مسجدوں کا شہر: فلوجہ

DEMOCRACY ON TRIAL

نیک محمد کی شہادت پر اردو کی منتخب نظمیں

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ آلِ عمران (آیت 55)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿اِذۡ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَ مُطَہِّرُکَ مِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ جَاعِلُ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡکَ فَوۡقَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ فَاَحۡکُمُ بَیۡنَکُمۡ فِیۡمَا کُنۡتُمۡ فِیۡہِ تَخۡتَلِفُوۡنَ﴾

''اُس وقت اللہ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں تمہاری دنیا میں رہنے کی مدت پوری کر کے تم کو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور تمہیں کافروں (کی صحبت) سے پاک کردوں گا اور جو لوگ تمہاری پیروی کریں گے ان کو کافروں پر قیامت تک فائق (وغالب) رکھوں گا۔ پھر تم سب میرے پاس لوٹ کر آؤ گے تو جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے اس دن تمہارے مابین ان کا فیصلہ کردوں گا۔''

اور یاد کرو جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ! اب میں تمہیں لے جانے والا ہوں۔ یہ مُتَوَفِّیۡکَ وہ لفظ ہے جس کو قادیانیوں نے اپنے غلط عقیدے کی بنیاد بنایا ہے کہ عیسیٰ کی وفات ہو چکی ہے اور وہ آسانی کے ساتھ اُن لوگوں کو دھوکا دے لیتے ہیں جو عربی نہ جاننے کے سبب اس لفظ کی حقیقت کو نہیں جانتے اور اس سے وفات کا وہ معنی لیتے ہیں جو اردو زبان میں بس موت ہی کے لئے بولا جاتا ہے۔ اصل میں اس لفظ کا مادہ ہے وف ی؛ جس کا معنی ہے پورا کرنا۔ جیسا کہ ہم کہتے ہیں وعدہ وفا کرو۔ اسی مادے سے باب تفعیل میں بنا وَفّٰی۔ یُوَفّٰی۔ دیکھئے اسی سورت کی آیت 25 ﴿وَوُفِّیَتۡ کُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ﴾۔ ہر شخص کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اس عمل کا جو اس نے کیا۔ اسی مادے سے باب تفعّل میں تَوَفّٰی' یَتَوَفّٰی بنا' کسی کو پورا پورا لے لینا۔ پس مُتَوَفِّیۡکَ کا معنی ہوا کہ اللہ نے حضرت مسیحؑ کو پورا پورا لے لیا اُن کے جسم اور جان سمیت۔ جب ہم کہتے ہیں فلاں وفات پا گیا تو یہ استعارۃً ہے' جسم یہیں رہ گیا صرف جان گئی۔ اور یہی لفظ قرآن میں نیند کے لئے بھی آیا ہے۔ ﴿اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الۡاَنۡفُسَ حِیۡنَ مَوۡتِہَا﴾ اس لئے کہ نیند میں بھی انسان سے خود شعوری نکل جاتی ہے اگر چہ وہ زندہ ہوتا ہے اگر ذرا سی چیونٹی کاٹ لے تو جاگ جائے گا۔ روح کا تعلق خود شعوری کے ساتھ ہے۔ تو نیند میں بھی اللہ روح کو قبض کر لیتا ہے۔ اس کے لئے بھی یہی تَوَفّٰی کا لفظ ہے۔ جب انسان مرتا ہے تو روح اور جان دونوں چلی گئیں' صرف جسم رہ گیا۔ یہ بھی تَوَفّٰی ہے۔ سب سے زیادہ مکمل توفّی تو حضرت مسیحؑ ہی کا ہے کہ انہیں اُن کے جسم' جان اور روح تینوں سمیت زندہ جوں کا توں لے لیا گیا۔ اور یہی عقیدہ ہے مسلمانوں کا۔ جہاں تک لفظ تَوَفّٰی کا تعلق ہے اس میں قطعاً کوئی پیچیدگی نہیں کہ کوئی شخص اس سے وفات عیسیٰ کے لئے دلیل پکڑ سکے۔ ہاں اس لفظ سے اُن لوگوں کو بہکانا آسان ہے جنہیں عربی زبان میں گرامر سے واقفیت نہیں اور وہ ایک ہی وفات جانتے ہیں' حالانکہ از روئے قرآن وفات تین ہیں' جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔

اور تمہیں پاک کردوں گا اُن لوگوں سے جنہوں نے تمہارے ساتھ کفر کیا اور جو لوگ بھی تیری پیروی کریں گے انہیں میں قیامت تک اُن کے اوپر رکھوں گا جنہوں نے تمہارے ساتھ کفر کیا یعنی جو تمہارا انکار کر رہے ہیں اور یہ لوگ ہیں یہودی۔ چنانچہ اُس وقت سے لے کر یہودی مسلسل پٹتے رہے ہیں۔ حضرت مسیحؑ 30 یا 33 عیسوی میں اٹھا لئے گئے۔ 70 عیسوی میں ہیکل سلیمانی ختم ہوا۔ کم و بیش سوا لاکھ یہودی ایک ہی دن میں ٹائٹس کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ یعنی یہ قتل عام اور ہیکل کی تباہی حضرت مسیحؑ کے رفع آسمانی کے 40 سال بعد واقع ہوئی۔ اُس وقت سے لے کر یہودیوں کا داخلہ یروشلم میں ممنوع رہا۔ حضرت عزیرؑ کے زمانے میں دوبارہ ٹمپل بنا جو پھر 70 عیسوی میں ختم ہوا اور یہودیوں کو وہاں سے نکال دیا گیا کہ تم فلسطین میں نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ کوئی روس چلا گیا' کچھ مصر' کچھ ہندوستان اور کچھ یورپی ممالک میں چلے گئے۔ گویا یہودی پوری دنیا میں پھیل گئے۔ فلسطین حضرت عمرؓ کے ہاتھوں ایک معاہدے کے تحت فتح ہوا۔ اس وقت فلسطین پر عیسائیوں کا قبضہ تھا۔ اور انہوں نے جب یروشلم حضرت عمرؓ کو Handover کیا تو یہ شرط لگائی کہ یہودیوں کو یہاں آباد ہونے کی اجازت نہ ہوگی۔ حضرت عمرؓ نے اس شہر کو Open City قرار دیا اور یہودیوں کو یہاں آنے اور زیارت کرنے کی اجازت مل گئی۔ البتہ وہ یہاں کوئی پراپرٹی نہیں خرید سکتے تھے' نہ مکان بنا سکتے تھے اور نہ یہاں settle ہو سکتے تھے۔ یہ صورت حال اُس وقت تک قائم رہی جب تک خلافت قائم رہی۔ ترکوں نے بھی انہیں اجازت نہ دی' حالانکہ یہودیوں نے انہیں بڑی بڑی رشوتیں پیش کی تھیں۔ پھر یہودیوں نے ایک سازش کے تحت خلافت کا خاتمہ کرایا' کیونکہ انہیں نظر آ رہا تھا کہ اس خلافت کے ہوتے ہوئے وہ کبھی فلسطین میں دوبارہ آباد نہیں ہوسکیں گے۔ خلافت ختم ہونے کے بعد 1917ء میں Balford Declaration کے ذریعے یہودیوں کو یہاں آ کر settle ہونے اور جائیدادیں خریدنے کی اجازت ہوگئی۔ [Balford برطانیہ کا وزیر تھا] اس کے 31 برس بعد اسرائیل کی ریاست وجود میں آ گئی۔ لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ مٹھی بھر یہودیوں کو دنیا کی پوری معیشت کے بڑے حصے پر کنٹرول حاصل ہے مگر یہ سب کچھ عیسائیوں کی پشت پناہی کی وجہ سے ہے۔ اگر عیسائی ان کی مدد نہ کریں تو عرب ایک ہی دن میں ان کے ٹکڑے اڑا کر رکھ دیں لیکن اب ان کی پشت پر امریکہ کی حکومت ہے۔ امریکہ اور برطانیہ تو گویا اسرائیل کے زر خرید غلام ہیں۔ کچھ اور عیسائی ممالک کا بھی یہی حال ہے۔ اس وقت انہیں عیسائیوں پر پورا غلبہ حاصل ہے۔ بظاہر تو عیسائی ان کی پشت پر نظر آتے ہیں مگر حقیقتاً سازشی انداز میں یہودیوں کا ان پر پورا کنٹرول ہے۔

پھر تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے اور پھر میں فیصلہ کروں گا ان باتوں میں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو۔

فرمانِ نبویؐ

چوہدری رحمت اللہ بٹر

تین کاموں میں تاخیر نہ کرو

عَنۡ عَلِیِّ بۡنِ اَبِیۡ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ : ((یَا عَلِیُّ ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرۡھَا' الصَّلٰوۃُ اِذَا اٰنَتۡ وَالۡجَنَازَۃُ اِذَا حَضَرَتۡ وَالۡاَیِّمُ اِذَا وَجَدۡتَ لَھَا کُفۡوًا)) (مشکٰوۃ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو' جب نماز کا وقت آ جائے (تو اسے فوراً ادا کرو) اور جنازہ جب تیار ہو (تو اسے بہت جلد زمین کے سپرد کردو) اور جب تم غیر شادی شدہ عورت کا ہمسر پاؤ تو (بلا تاخیر اس سے اس کا نکاح کردو)۔''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تا خلافت کی بنا‘ دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

شمارہ		جلد
26	یکم تا 7 جولائی 2004ء 12 تا 18 جمادی الاوّل 1425ھ	13

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیرِ مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر انتظامی: سید قاسم محمود

مجلس ادارت
ڈاکٹر عبدالخالق۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد‘ طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ‘ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو‘ علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6366638-6316638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے‘ ماڈل ٹاؤن‘ لاہور
فون: 5869501-03
قیمت فی شمارہ: 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
☆.☆.☆

’’ادارہ‘‘ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

پردہ گرتا ہے

پردہ گرتا ہے اور یوں پاکستان کی سیاسی سکرین پر دکھائے جانے والے تازہ ترین تین ایکٹ کے ڈرامے کا پہلا ایکٹ ختم ہوا جو گزشتہ ڈیڑھ دو ماہ کے عرصے میں پوری قوم کے اعصاب پر بھوت کی طرح سوار رہا۔ پہلے ایکٹ کا اختتام 26 جون ہفتے کی شام کو وزیراعظم میر ظفر اللہ خان جمالی کے استعفے سے ہوا۔ وہ 19 ماہ تین دن تک وزارتِ عظمٰی کے منصب پر فائز رہے۔ انہوں نے 23 نومبر 2002ء کو وزیراعظم کی حیثیت سے حلف اٹھا کر پاکستان کے 20ویں وزیراعظم ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ ان کا استعفا پاکستان کی سیاسی تاریخ میں ایک منفرد استعفے کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ پاکستان کی پارلیمانی جمہوری تاریخ کے پہلے ایسے منتخب وزیراعظم تھے جنہوں نے ہموار حالات میں‘ پُر امن انداز میں‘ مسلم لیگ ہاؤس میں‘ حکومتی اتحاد کے مشترکہ پارلیمانی اجلاس میں استعفا پیش کیا۔ وہ پاکستان کی سیاسی تاریخ میں اس لحاظ سے بھی منفرد وزیراعظم تھے کہ استعفے سے قبل‘ آخری دن تک انہیں بالاتفاق حزبِ اختلاف کی تمام جماعتوں اور اتحادوں کی تائید وحمایت بھی حاصل رہی۔ میر جمالی آخری دن تک قوم کو یہی بتاتے رہے کہ ’’جنرل پرویز مشرف میری حمایت کر رہے ہیں‘ پریشانی کی ضرورت نہیں‘‘۔ انہوں نے قومی اخبارات میں چھپنے والی خبروں کی تردید کرتے ہوئے وضاحت کی: ’’میں نے استعفا دیا نہ اور ہی کسی نے مجھ سے استعفا مانگا‘‘۔ حتیٰ کہ انہوں نے 24 جون کو اپنی وزارتِ عظمٰی کے استحکام کے حوالے سے اخبار نویسوں کو بتایا کہ ’’کابینہ میں 3 جولائی سے پہلے توسیع اور ردّوبدل ہوگا‘‘۔

جب میر جمالی کے خلاف حزبِ اختلاف کی کوئی جماعت تھی نہ ان کی اپنی مسلم لیگ‘ نہ اُن کے خلاف اسمبلی میں کوئی تحریک عدم اعتماد لانے کا خدشہ تھا‘ پھر انہوں نے استعفا کیوں دیا‘ جس کی خبریں ایک ماہ سے سیاسی حلقوں میں گشت کر رہی تھیں۔ ان کا استعفا ہماری سیاسی تاریخ کا ایک اور مستقل معما بن چکا ہے اور اُس وقت تک معما بنا رہے گا جب تک اس کے پس منظر میں کارفرما عوامل ومحرکات (ملٹری اسٹیبلشمنٹ‘ ایوان صدر اور سیاسی افراد) کے بارے میں میر جمالی از خود لب کشائی نہیں کرتے۔ اُن کی افتادِ طبع‘ ٹھنڈے مزاج اور مروّت کے پیش نظر غالب گمان یہی ہے کہ وہ اپنے استعفے کی شانِ نزول بیان کرنے سے آخری ممکنہ حد تک اجتناب کریں گے۔ تاہم اپنے استعفے کے انداز کی بناء پر ان کو ذاتی طور پر پاکستان کی پارلیمانی تاریخ میں نظم وضبط کے پابند سیاسی رہنما کی حیثیت سے یاد رکھا جائے گا۔

اس معمے کا ایک اور قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ نامزد وزیراعظم چودھری شجاعت حسین نے پہلے ہی اجلاس میں یہ اعلان کیا کہ ’’آئندہ بننے والی کابینہ میں شوکت عزیز کو سینئر وزیر بنایا جائے گا۔ یہ فیصلہ معاشی پالیسیوں کو آگے بڑھانے کے لئے کیا گیا ہے۔ شوکت عزیز کے رکن قومی اسمبلی منتخب ہونے تک میں وزیراعظم کے فرائض انجام دوں گا۔ عبوری دور کے خاتمے اور آئینی تقاضے پورا کرنے کے بعد شوکت عزیز وزیراعظم ہوں گے‘‘۔ سوال یہ ہے کہ جب بظاہر ’’مسلم لیگ ہاؤس‘‘ میں‘ اور درحقیقت ’’ایوانِ صدر‘‘ میں امریکا اور یوں جنرل پرویز مشرف کے خاص الخاص دوست شوکت عزیز صاحب کو وزیراعظم بنانے کا اوپر کی سطح پر فیصلہ ہو چکا تھا تو دو چار مہینوں کی اس مختصر عبوری مدت میں میر ظفر جمالی کی شخصیت یا اُن کے وطیرے میں ایسے کون سے کانٹے تھے جو اسٹیبلشمنٹ کو اس بری طرح چبھ رہے تھے کہ ان سے استعفا لے کر چودھری شجاعت حسین کو عارضی وعبوری وزیراعظم مقرر کیا گیا؟ وہ کیا اسباب ووجوہ ہیں کہ جن کی بناء پر میر جمالی کو آئندہ صرف چند مہینوں تک برداشت نہیں کیا جا سکتا تھا؟ یہ بہت بڑا سوال ہے اور اس کا تعلق مذکورہ بڑے پُراسرار معمے سے ہے۔

پردہ اٹھتا ہے۔ دوسرا ایکٹ شروع ہونے کی سیٹیاں بجنے کی آوازیں آ رہی ہیں۔ یہ دوسرا ایکٹ بڑے مصنف نے چودھری شجاعت حسین کی اداکاری کے جوہر کا عروج دکھانے کے لئے لکھا ہے۔ معین قریشی‘ غلام مصطفیٰ جتوئی اور ملک معراج خالد کے بعد‘ چوتھے عبوری وزیراعظم‘ چودھری شجاعت حسین سب سے پہلے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ‘ کسی سرکاری ملازم کی لکھی ہوئی بے جان تقریر‘ اُس بدنصیب قوم کو مخاطب کر کے پی ٹی وی پر پڑھ کر سنائیں گے‘ جو ایوان ہائے صدور میں نصف صدی سے سانپ اور سیڑھی والی سیاسی لوڈو پر کھیل دیکھتے دیکھتے تنگ آ چکی ہے۔ دوسرے ایکٹ میں جو کچھ ہونے والا ہے‘ وہ تو سب کو خوب معلوم ہے۔ تھوڑا بہت تحیر جو باقی بچ گیا ہے‘ وہ تیسرے ایکٹ میں شوکت عزیز کے عہد میں رونما ہو سکتا ہے:

یہ ڈراما دکھائے گا کیا سین؟
پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

(ادارہ)

اسرائیل کا معاہدہ خلاصی

❁ عالمی بینک کی تازہ رپورٹ کے مطابق اسرائیلی حکومت کی جانب سے فلسطین کی سرحدیں بند کرنے اور فلسطینیوں کی نقل وحرکت پر پابندیوں کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ جدید تاریخ کے حساب سے فلسطین کی معیشت بدترین انحطاط کا شکار ہو چکی ہے۔ اسرائیل نے زبردست بین الاقوامی دباؤ کے باعث معاہدہ خلاصی (disengagement plan) پیش کر دیا ہے مگر ماہرین کے مطابق صورت حال کو بہتر بنانے کے سلسلے میں یہ قدم ناکافی ہے۔

اس منصوبے کے مطابق اسرائیل اب فلسطین میں یہودی بستیاں تعمیر نہیں کرے گا اور اپنی کچھ فوجی چوکیاں ہٹا دے گا۔ مزید برآں اسرائیلی فوج غزہ سے نکل جائے گی' گو وہ اردگرد کے علاقے میں موجود رہے گی۔ منصوبے کے مطابق اسرائیلی فوج ان سرحدوں پر واپس نہیں جائے گی جو 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ سے قبل موجود تھیں۔ نیز فلسطینی مہاجرین اپنے گھر واپس نہیں حاصل کر سکیں گے جو 1948ء میں مملکت اسرائیل کے قیام سے قبل فلسطینی علاقوں میں موجود تھے۔ فلسطین اتھارٹی اس منصوبے پر غور وفکر کر رہی ہے تاہم حماس اور اس کی فکر سے متفق تنظیموں نے یہ منصوبہ مسترد کر دیا ہے۔

مگر یہ منصوبہ عملی جامہ پہن لے' تب بھی فلسطینیوں کی معاشی حالت درست نہیں ہو سکتی۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب فلسطینی حکومت کو آزادانہ تجارت کی اجازت دی جائے اور اس پر کسی قسم کی پابندیاں نہ ہوں تاکہ وہاں غیر ملکی سرمایہ کار سرمایہ کاری کر سکیں۔

یاد رہے کہ ستمبر 2000ء سے غزہ اور مغربی کنارے میں انتفاضہ تحریک جاری ہے جس نے یقیناً اسرائیلی معیشت کو جھٹکے پہنچائے ہیں' تاہم ان سے فلسطینی معیشت بھی محفوظ نہیں رہی۔ اس وقت ان علاقوں میں فی کس آمدنی 40 فیصد تک کم ہو چکی ہے جو اب 900 ڈالر ہے۔ وہاں آباد آدھے فلسطینی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور روزانہ دو ڈالر بھی نہیں کما پاتے۔ غیر ملکی سرمایہ کاری بہت کم رہ گئی ہے۔

ماہرین معاشیات کا کہنا ہے کہ اگر ان علاقوں میں معیشت دوست ماحول قائم ہو جائے اور وہاں ہر سال 500 ملین ڈالر کی سرمایہ کاری ہو تب ایک بار پھر فلسطینی معیشت اپنے پیروں پر کھڑی ہو سکتی ہے۔ تب بیروزگاری بھی کم ہو گی جو اس وقت بڑھ رہی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر غزہ اور مغربی کنارہ ابتری اور فساد میں لپیٹ میں رہے تو فلسطین میں 2006ء تک 35 فیصد آبادی بے روزگار ہو گی اور 55.6 فیصد سے زیادہ لوگ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہوں گے۔ جب کہ غزہ میں یہ شرح 70 فیصد ہو گی۔

انڈونیشیا کے تاریخ ساز صدارتی انتخابات

❁ "مجھے امید ہے کہ کھانا پھر آسانی سے ملے گا"۔ یہ جکارتا کے ٹیکسی ڈرائیور ساسوپنڈی کی سادہ سی خواہش ہے جو 5 جولائی کو ہونے والے صدارتی انتخابات سے تعلق رکھتی ہے۔ ان انتخابات میں جنرل موسیلو بامبنگ 45 فیصد ووٹ حاصل کر سکتے ہیں جو دوسرے امیدواروں کو حاصل ہونے والے ووٹوں سے بھی زیادہ ہے۔ جائزوں کے مطابق جنرل ورانتو 11.40 فیصد' میگاوتی سکارنوپتری 11 فیصد' سپریم اسمبلی کے سپیکر 9.80 فیصد اور نائب صدر حمزہ 2 فیصد ووٹ حاصل کر سکتے ہیں۔

54 سالہ جنرل بامبنگ امریکی یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہیں اور انڈونیشیا میں اپنی کرشماتی شخصیت اور معاملات کو سنجیدگی سے لینے کی بنا پر عام لوگوں میں خاصے مقبول ہیں۔ یاد رہے کہ انڈونیشیا میں یہ پہلے براہِ راست صدارتی انتخابات ہیں۔

جائزوں کے مطابق اگر جنرل بامبنگ نے 50 فیصد سے زیادہ ووٹ حاصل کر لئے تو پھر دو سب سے زیادہ ووٹ حاصل کرنے والوں کے درمیان مقابلہ کروانے کے لئے نئے انتخابات کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اس طرف انڈونیشی عوام کی خواہش ہے کہ ان کے ملک کے صدر سچا اور ایمان دار ہونا چاہئے تاکہ وہ انڈونیشیا کو معاشی اور معاشرتی بحرانوں سے چھٹکارا دلوا سکے۔

انڈونیشیا پچھلے چھ سات برس سے اس معاشی بحران میں مبتلا ہے جس نے جنوب مشرقی ایشیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ انہی دنوں میں ایسے خونی فسادات ہوئے کہ لوگ مارے گئے جب کہ ان گنت دکانیں جلا دی گئیں۔ اس بحران کے باعث انڈونیشی کنگال ہو گئے جو پہلے اچھے خاصے دولت مند تھے۔

کئی انڈونیشی اب برملا یہ کہتے ہیں کہ جنرل سوہارتو کے دور میں معاشی اور معاشی حالات اچھے تھے۔ وہ سستا زمانہ تھا اور کم رقم میں بھی ٹھیک ٹھاک گزارہ ہو جاتا۔ زندگی گزارنا مشکل تر ہوتا جا رہا ہے اور مہنگائی نے جینا حرام کر رکھا ہے۔

انڈونیشیا آبادی کے لحاظ سے دنیا کا چوتھا بڑا ملک ہے مگر اس کی آدھی آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے یعنی وہ روزانہ دو ڈالر سے کم رقم کماتی ہے۔ اس وقت اس کے دس کروڑ لوگ کام کرنے کے لائق ہیں۔ تاہم ان میں سے چار کروڑ بیروزگار ہیں۔ ماہرین معاشیات کا کہنا ہے کہ اگر انڈونیشیا کی معاشی ترقی چھ سے سات فیصد سالانہ ہو جائے تب ہی غربت اور بے روزگاری میں نمایاں کمی آ سکتی ہے۔ مگر جو کوئی بھی صدر بنا اس کے لئے معاشی ترقی کی یہ شرح حاصل کرنا بہت مشکل امر ہو گا۔ اس وقت شرح 4.80 فیصد ہے۔

آسٹریلوی مسلمانوں پر حملے

❁ آسٹریلیا میں مسلمانوں کی بڑی تعداد آباد ہے جن کا تعلق ایشیائی ممالک سے ہے مگر نائن الیون واقعے کے بعد انہیں نسلی' ثقافتی اور مذہبی طور پر حملوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ خصوصاً جو خاتون حجاب پہنے نظر آئے' وہ انتہا پسند عیسائیوں کے مذاق کا نشانہ بنتی ہے اور اسے مختلف طریقوں سے تنگ کیا جاتا ہے۔ اس وقت حالت یہ ہے کہ مسلمان والدین شام کے وقت اپنے بچوں کو باہر نہیں بھیجتے کیونکہ انہیں خطرہ ہے کہ مقامی انتہا پسند انہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

کانگریسی حکومت تاریخ بدلے گی

❁ انڈیا کی کانگریسی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ اسکولوں میں پڑھائی جانے والی تاریخ کی درسی کتب دوبارہ لکھوائی جائیں۔ یاد رہے کہ جب بی جے پی کی حکومت تھی تو اس نے تاریخ کی درسی کتابیں نئے سرے سے مدون کروانے کے لئے انتہا پسند ہندو دانش وروں کی خدمات حاصل کی تھیں۔ انہوں نے یہ کارنامہ سرانجام دیا کہ ہندوستان پر حکمرانی کرنے والے مسلم حکمرانوں کو وحشی حملہ آور قرار دے ڈالا اور مسلم دور حکومت کو "سیاہ دور" کا نام دیا۔

حتیٰ کہ انہوں نے ایک درسی کتب میں یہ دعویٰ کر دیا کہ ہندوستان میں اسلامی فن تعمیر کی یادگاریں...... تاج محل' قطب مینار' لال قلعہ وغیرہ ہندو ماہرین نے تعمیر کی تھیں۔

مقدونیہ میں بے گناہ پاکستانیوں کا قتل

❁ مارچ 2002ء کی بات ہے۔ مقدونیہ کے وزیر داخلہ لجوبی بوسکووسکی کی ہدایت پر چھ پاکستانیوں کو بلغاریہ سے مقدونیہ اسمگل کر کے انہیں ایک پولیس مقابلے میں مروا دیا گیا اور یہ مشہور کیا گیا کہ یہ چھ پاکستانی مغربی ممالک کے سفارت خانوں پر بموں سے حملہ کرنا چاہتے تھے۔ پچھلے اپریل مقدونیہ کی نئی حکومت نے انکشاف کیا کہ اس گھناؤنے عمل کے ذریعہ اس وقت کی حکومت مغربی ممالک کو یہ دکھانا چاہتی تھی کہ وہ دہشت گردی کے خلاف امریکہ اور برطانیہ کی جنگ میں سرگرمی سے شریک ہے۔

یہ انکشاف ہوتے ہی مقدونیہ نے لجوبی بوسکووسکی کے خلاف فردِ جرم عائد کر دی مگر وہ بیرون ملک بیٹھا عیش کر رہا ہے اور اس خبر کو مغربی ذرائع ابلاغ نے ذرہ برابر اہمیت نہیں دی کیونکہ انہیں صرف مسلمان ہی دہشت گرد نظر آتے ہیں۔

پاکستانی مقتولوں کے ورثاء کے وکیل کراچی کے انصار برنی نے حال ہی میں بتایا کہ وہ مقدونی حکومت کے خلاف 60 ملین ڈالر کا دعویٰ نالش کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ میری کوشش ہو گی کہ ورثاء کو زیادہ سے زیادہ ہرجانہ ملے اور پوری دنیا کے سامنے دہشت گردی کے خلاف جنگ کا دوسرا رُخ بھی آ جائے۔

منبر و محراب

ایک قصہ ' تین سبق

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کے 18 جون 2004ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

❁ پچھلے جمعے ہم نے سورہ کہف کے نویں اور دسویں رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ کے ایک بندے کا قصہ پڑھا تھا' جن کو اکثر مفسرین نے حضرت خضر بتایا ہے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ قرآن میں جو قصص بیان کئے گئے ہیں' وہ محض قصہ گوئی کی خاطر نہیں' بلکہ اخلاقی سبق اور عبرت انگیزی کے لئے بیان ہوئے ہیں۔ اس قصے کے پس پردہ جو سبق دیا گیا ہے' ہمیں اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ یہ بات بہت اہم ہے کہ دو رکوعوں میں ایک قصہ بیان ہوا ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ سورہ کہف انتہائی فضیلت والی سورت ہے' حکمت و معرفت کا ایک عظیم خزینہ' تو اصل اہمیت کی بات وہ سبق ہے جو اس قصے میں بیان ہوا ہے۔ اس قصے میں جو فکری' نظری اور عملی رہنمائی کی باتیں ہیں' ہم آج ان شاء اللہ انہی کا بیان کریں گے۔

پہلا سبق: ظاہر اور باطن کا فرق:

پہلا سبق جو ہمیں اس قصے سے ملتا ہے' وہ یہ ہے کہ حقیقت وہ نہیں جو ہمیں ظاہری نگاہوں سے نظر آ رہی ہے۔ اصل حقیقت اس کے ماوراء ہے۔ اس کی بھی کئی تہیں ہیں۔ تہ در تہ حقائق کا ایک طویل معاملہ ہے انسان کتنا بھی علم حاصل کرے' اگر وہ اللہ کو نظر انداز کرے گا تو اس کی نگاہ صرف زمینی حقائق اور ظاہر تک محدود رہے گی۔ سورہ روم میں یہی بات کہی گئی ہے: ﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ (آیت 7) لوگ دنیا کی زندگی کا بس ظاہری پہلو جانتے ہیں۔ انسان چاہے دوربین' خردبین' کمپیوٹر اور کتنی بھی ایجادات کر لے' خردبین سے وائرس کو بھی دیکھ لیں' دوربین سے نئے پیدا ہونے والے ستارے کو بھی دیکھ لیں' خواہ وہ ستارہ ارب ہا ارب نوری سال کے فاصلے پر ہو' اس کا علم پھر بھی صرف ظاہر تک محدود رہے گا۔ ان ظواہر و حقائق کی اصل حقیقت کیا ہے' اس سے وہ ناواقف اور نابلد ہی رہے گا۔

ہم نے ابھی عرض کیا تھا کہ حقائق کے اندر بھی کئی تہیں ہیں۔ وہ کون کون سی ہیں؟ سب سے پہلے تو یہ کہ دنیا کی زندگی جو ہمیں اپنے حواسِ خمسہ سے نظر آ رہی ہے' اس کو اپنے ظن و تخمین سے شمار کرتے ہیں' یوں ہمارا ذہن شمارندہ (Calculator) بن جاتا ہے۔ ہر چیز میں یہ دیکھنے کی بجائے کہ اس کی اصل حقیقت اور قرآنی ہدایت کیا ہے' فرمانِ رسولؐ کیا ہے' ہمارا دین کیا کہتا ہے' اللہ کیا کہتا ہے' ہم زمینی حقائق کا شمار کر کے' ایک دو تین چار' گنتی کر کے اپنے فیصلے کرتے ہیں۔ یہی موجودہ ظاہری' مادّی' دجالی تہذیب کا ثمرہ ہے۔

دوسری تہ یہ ہے کہ دنیا میں مآلِ کار ہر چیز کے پس پردہ کچھ خیر ہے۔ اس قصے میں وہ کشتی والوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوا تھا۔ بظاہر تو وہ شر ہی شر نظر آتا ہے۔ ایک کشتی جو مزدوروں کا ذریعۂ معاش تھا' اُس اللہ کے بندے نے اُسے بھی عیب دار کر دیا۔ بظاہر یہ کارروائی محنت کشوں کے خلاف نظر آتی ہے' لیکن اس میں اُن کے لئے بھلائی اور خیر کا پہلو تھا' کیونکہ اُن کی ظاہری نظروں سے یہ حقیقت اوجھل تھی کہ "آگے ایسے بادشاہ کا علاقہ تھا جو ہر کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بڑے شر سے بچا لیا۔ کشتی کو خراب کرنے کے پردے میں ایک خیر ہے جو اللہ دیکھ رہا ہے مگر انسان نہیں دیکھ رہا۔ اُس بچے کا جو قتل ہوا' اُس میں بھی خیر کا پہلو پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے والدین کو آئندہ ہونے والے عذاب سے بچا لیا۔ معاشرے کو ایک آوارہ لڑکے کے فتنے سے بچا لیا۔ اس واقعے میں بھی یہی سبق ہے کہ تم نہیں جانتے' اللہ جانتا ہے۔ اقبال نے کیا خوب کہا:

اے اہل نظر' ذوقِ نظر خوب ہے' لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا!

علامہ اقبال کا ایک اور شعر' اسی مضمون کا' یاد آ رہا ہے:

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی!

مومن کو اللہ پر یقین ہوتا ہے کہ جو کچھ میرے ساتھ ہو رہا ہے' بظاہر مجھے شر نظر آ رہا ہے' حقیقت میں ضرور کوئی نہ کوئی خیر مضمر ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت 216 میں بھی یہی فرمایا گیا ہے: "ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار ہو اور وہی تمہارے لئے بہتر ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور وہی تمہارے لئے بری ہو۔ اللہ جانتا ہے' تم نہیں جانتے"۔ سورۂ نور کی آیت 19 میں ارشاد ہوا: ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے")۔

پس اس قرآنی قصے کا پہلا اخلاقی سبق یہ ہے کہ موجودہ دجالی تہذیب میں زمینی حقائق اور اعداد و شمار ہی کو اصل حقیقت جان لیا گیا ہے اور اللہ کی کارفرمائی اور کارکشائی کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ لوگوں کو معلوم ہی نہیں کہ "زمینی حقائق" سے پرے کچھ باطنی' روحانی اور تکوینی حقائق بھی ہوتے ہیں جن کو نظر انداز کرنا حقائق سے نگاہیں چرانے اور اپنے پاؤں پر کلہاڑی چلانے کے مترادف ہے۔

دوسرا سبق: اللہ قادر و غالب ہے:

ظاہر کے پیچھے جو باطن ہے' اس کی ایک تہ یہ ہے کہ اس کائنات میں اور اس کی تسخیر کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بظاہر مکمل اختیار دیا ہے' اُس کے پاس پوری طاقت ہے' سائنس اور ٹیکنالوجی کی قوت بھی اُس کی پشت پر موجود ہے' اپنے علم کے بل پر وہ خود کو روئے زمین کا حاکمِ مطلق اور مقتدرِ اعلیٰ سمجھنے لگتا ہے۔ وہ جیسے سفید و سیاہ کا مالک ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ بس اُسی کا حکم چلے گا' اُسی کی بات مانی جائے گی۔ وہ دن کو رات اور رات کو دن کہے گا تو سب کو یہ بات ماننی پڑے گی' لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ اصل حکمرانی تو اللہ ہی کی ہے۔ پوری کائنات میں اُسی کا حکم جاری و ساری ہے۔ انفس و آفاق پر اُسی کا اقتدار اعلیٰ ہے۔ اُس کی تکوینی حکمرانی زمین پر بھی حاوی ہے۔ سورہ یوسف (آیت 21) میں ہے: "اللہ اپنے کاموں میں غالب ہے' مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں"۔ اللہ کو اپنے کاموں' فیصلوں اور معاملوں میں پورا اختیار ہے۔ جو فیصلہ وہ کر لے' کر گزرتا ہے۔ کوئی بڑی سے بڑی قوت اُس کے آڑے نہیں آ سکتی' یہ ہے نظامِ تکوینیات۔ اسباب و علل کا سلسلہ درست' لیکن اُس کے پردے میں مشیت الٰہی بھی کام کر رہی ہوتی ہے۔ اس ضمن میں سب سے اہم واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے۔ انہوں نے بچپن میں خواب دیکھا' اُس کے بعد جو حالات و واقعات پیش آئے' آپ اُن سے واقف ہیں۔ اُن کے بھائیوں نے ان پر ظلم کیا۔ زیادتی کی' حتیٰ کہ کنوئیں میں ڈال دیا کہ مر جائے گا۔ پھر کنوئیں سے نکلے تو فروخت کئے گئے' غلام بنائے گئے۔ بھائی اپنا عناد نکال رہے تھے۔ اُن کو غلام بنا کر بیچنے والے اپنی ذہنیت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ مصر جا کر وہ قید میں بھی رہے' لیکن اِن تمام حالات و واقعات اور اسباب و علل کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کے خواب کو بھی سچا کر دکھایا۔ انہی اسباب و علل کے پردوں میں اس کی مشیت کی کارفرمائی جاری رہتی ہے۔ اور وہ اپنے معاملات اور فیصلوں پر بھرپور اختیار رکھتا ہے۔

⇦

اللہ تعالیٰ نے ہماری حفاظت پر کارکنانِ قضا و قدر' فرشتے مامور کر رکھے ہیں۔ جو ہم کو بہ نظر ظاہر نظر نہیں آتے۔ ہم کسی حادثے سے بچ جاتے ہیں تو سبب بیان کرتے ہیں کہ یوں بچ گئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے' جسے چاہتا ہے' بچالیتا ہے۔ وہ اپنے کاموں اور فیصلوں پر قادر و غالب ہے۔ وہ اپنا کام نکالنے کیلئے بعض اوقات دشمنانِ اسلام اور کافروں کے دلوں میں ایسا رعب بٹھا دیتا ہے کہ اُن کی قوت بالکل سلب ہو جاتی ہے۔ سورۃ احزاب میں اس مضمون کی آیات نازل ہوئی ہیں۔ غزوۂ احزاب کے بعد آنحضورﷺ نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تھا۔ وہ اپنے مضبوط قلعوں میں محفوظ تھے' اُن کے پاس پورا ساز و سامان تھا۔ سامانِ جنگ بہت تھا' لیکن انہوں نے اچانک ہتھیار ڈال دیئے۔ اللہ نے ان کے دلوں پر اپنا رعب جما دیا۔ اللہ ان پر وہاں حملہ آور ہوا' جہاں سے انہیں گمان بھی نہ تھا۔ سورہ احزاب (آیت 26) میں ہے: ''اور اُن کے دلوں میں اُس نے ایسا رعب ڈال دیا کہ آج اُن میں سے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے گروہ کو قید کر رہے ہو''۔

غزوۂ بدر کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دلوں میں اتنی ہیبت ڈال دی اور وہ تمہارے لئے ایسے ہو گئے جیسے مردہ بدست زندہ' جیسے چاہو' گردن اڑا دو' جیسے چاہو' اُن پر حملہ کرو' حالانکہ وہ مسلح تھے اور مسلمان بالکل نہتے تھے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر کام' ہر فیصلے اور ہر معاملہ میں غالب ہے۔ مشہور حدیث نبویؐ ہے: ''انسانوں کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں''۔ جیسے چاہیں' جہاں چاہیں' جب چاہیں' جدھر چاہیں' پھیر دیں۔ میں جب بھی غار ثور کا واقعہ پڑھتا ہوں تو یہ حدیث مجھے یاد آتی ہے۔ آخر کس چیز نے کافروں کو حضورﷺ تک پہنچنے سے روکا؟ اُن کے کھوجی انتہائی کٹھن راستے پر چلتے ہوئے غارِ ثور کے دہانے پر بھی پہنچ گئے۔ وہ آپس میں جو گفتگو کر رہے ہیں' وہ غار میں حضرت ابوبکرؓ سن رہے ہیں۔ حضورﷺ سن رہے ہیں۔ کافروں کے پاؤں دونوں کو نظر آ رہے ہیں۔ یہاں تک پہنچ کر بھی اُن کی آنکھیں کیوں نہ دیکھ سکیں؟ کیا تھا' اگر وہ ایک دفعہ گردن ذرا بڑھا کر غار کے اندر جھانک لیتے۔ لیکن انہیں روکنے والا کون تھا؟ اللہ تعالیٰ اور اُس کی مشیت۔ قرآن نے یہ واقعہ سورہ توبہ (آیت 40) میں بڑے اہتمام سے بیان کیا ہے:

''تم نے اگر نبی کی مدد نہ کی تو کچھ پروا نہیں۔ اللہ اس کی مدد اُس وقت کر چکا ہے' جب کافروں نے اُسے نکال دیا تھا۔ جب وہ صرف دو میں کا دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے' جب ایک اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ ''غم نہ کر' اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔ اُس وقت اللہ نے اُس پر اپنی طرف سے سکونِ قلب نازل کیا اور اُس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تم کو نظر نہ آتے تھے۔ کافروں کا بول نیچا کر دیا' اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے۔ اللہ زبردست اور دانا و بینا ہے''۔

اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ اسباب و علل کے ان پردوں کو پھاڑ کر بھی اپنی مشیت ظاہر فرماتا ہے۔ وہی ان قوانینِ فطرت کا خالق ہے' وہ جب چاہے ان قوانین کو معطل کر دے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو بچانے کے لئے معجزانہ طور پر سمندر کو پھاڑ کر راستہ بنا دیا۔

تیسرا سبق: اللہ اپنے مومن بندوں کا خیر خواہ ہے:

اللہ' جو غالب و قادر ہے' وہ حافظ و ناصر بھی ہے۔ وہ اپنے مومن بندوں کی حفاظت اس دنیا میں بھی کرتا ہے۔ اور آخرت میں بھی ان کی خیر و عافیت کے لئے اپنے سامان پیدا کرتا ہے۔ بظاہر شر میں سے بھی اُن کے لئے خیر برآمد کرتا ہے۔ کشتی والے غریب تھے' محتاج تھے' اللہ نے اُن کی حفاظت کی' مدد کی اور اپنے قضا و قدر کے ایک کارکن سے انہیں بڑے نقصان سے بچالیا' کیونکہ وہ صاحبِ ایمان تھے۔ وہ جو ایک بچہ اس نے قتل کیا تھا' اُس کے والدین کو اللہ کے ایک بندے نے بچالیا' کیونکہ وہ صاحب ایمان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی بھلائی کے لئے معاملہ کیا اور بھلائی کا سامان فراہم کیا۔ اُن کی دنیاوی بھلائی بھی ہوئی اور اُخروی بھلائی بھی ہوئی' حالانکہ بظاہر ایک شر محسوس ہو رہا تھا۔

سو اس قرآنی قصے کا اصل اور اہم ترین سبق یہ ہے کہ بظاہر شر میں بھی خیر پوشیدہ ہو سکتا ہے' اور اس ضمن میں محترم والد صاحب ایک سادہ سی مثال بیان فرمایا کرتے ہیں کہ ایک کبڑا شخص ہو اور کوئی اس کی توہین کرتے ہوئے اسے ایک لات رسید کر دے اور اس کی لات کی وجہ سے اُس کی کُب درست ہو جائے' تو گویا اس کے لئے لات رحمت بن گئی' حالانکہ لات مارنے والے کی نیت کچھ اور تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر اس لات کو اس کے لئے رحمت بنا دیا۔ شر سے خیر کو برآمد کر دیا اور اہل ایمان کی آزمائش بھی بعض اوقات اسی لئے کرتا ہے۔ سورۃ انفال (آیت 17) میں آیا ہے: ﴿وَلِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْہُ بَلَآءً حَسَنًا﴾ (اور یہ اس لئے تھا کہ اللہ مومنوں کو ایک بہترین آزمائش سے کامیابی کے ساتھ گزار دے)۔

غزوۂ بدر کے حوالے سے مومنین پر بڑی سخت آزمائش تھی۔ ایک ہزار کا لشکر اور 313 نہتے' جو صرف اس بنیاد پر یہاں آئے تھے کہ اللہ اور رسولؐ کا فیصلہ ہے تو سر آنکھوں پر۔ اگر زمینی حقائق کو مدنظر رکھا جائے تو مقابلے کا ہرگز کوئی جواز نہ تھا۔ ایک ہی حقیقت ہے کہ اللہ اور رسولؐ کا فیصلہ تو بڑی کڑی آزمائش تھی۔ مومنین نے تمام زمینی حقائق کو نظر انداز کر کے کہا' ہم حاضر ہیں اور وہ سرخرو ہوئے۔ اسی طرح کا معاملہ غزوۂ احزاب میں پیش آیا۔ سورہ احزاب (آیت 22) میں مومنین کے بارے میں یوں تبصرہ کیا گیا ہے ﴿وَمَا زَادَھُمْ اِلَّآ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا﴾ (اس واقعہ نے ان کے ایمان اور ان کی سپردگی کو اور زیادہ بڑھا دیا)

اس دنیاوی زندگی میں جو شر اور تکلیف' کوئی مصیبت اہل ایمان پر آتی ہے' وہ ان کے لئے بالآخر خیر کا موجب بنتی ہے' لیکن شرط یہ ہے کہ مومن ہوں' اور مومن کون ہیں۔ مومن تو کہنے کو ہم سب ہیں' الا ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان میں اضافہ کرے۔ لیکن قرآن میں مومن کی جو تعریف متعین کی گئی ہے' وہ بھی آپ کے پیش نظر رہنی چاہئے۔ سورۂ بقرہ (آیت 256) میں مومن کی تعریف یوں آئی ہے: ''جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا' اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں''۔

سب سے پہلی طاقت تو نفس کی ہے۔ نفس ہر وقت دباؤ ڈالتا رہتا ہے۔ اس وقت ہماری پوری قوم پر جو امریکی دباؤ ہے' وہ وقتی اور عارضی ہے' لیکن نفس کا دباؤ ہر وقت' ہر لمحے ہر شخص کے اندر موجود رہتا ہے' نفس نہیں چاہتا کہ انسان اللہ کی اطاعت اور رسولؐ کی فرمانبرداری کرے۔ سورۂ یوسف (آیت 53) میں صاف آیا ہے کہ ''نفس تو بدی پر اکساتا ہی ہے''۔ نفس تو گناہ کی ترغیب دیتا ہے۔ نفس کا طاغوت انسان کے اندر چھپا ہوا ہے۔ پھر خاندان اور برادری کے طاغوت ہیں۔ سماجی روایات و رسوم ہیں' ہندووانہ رسوم' غیر شرعی معاشرتی تقریبات جن میں اسلام اور اسکے شعائر کی دھجیاں بکھیری جاتی ہیں۔ اللہ اور اُس کے رسولؐ کا فیصلہ کچھ اور ہے۔ اللہ رسول کے احکام و تعلیمات اور ہیں۔ کون ہے جو اس طرف توجہ دیتا ہو اور باریک بینی سے یہ دیکھتا ہو کہ میں جو کام کرنے چلا ہوں' شریعت مجھے اُس کی اجازت دیتی ہے کہ نہیں۔ ہمیں تو اپنے کاروبار' اپنی ضروریات' اپنے مفادات سے غرض ہے۔ اے سی بھی ہونا چاہئے' کار بھی ہونی چاہئے' لیزنگ کمپنیوں سے بھی خوب فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔ کسی کو پروا نہیں کہ اللہ کی شریعت نافذ ہو رہی ہے یا نہیں۔ ہمارا سیاسی نظام اسلامی ہے یا نہیں۔ کوئی اس تردد میں نہیں پڑتا۔ ہاں جمہوریت کی بڑی فکر ہے۔ کہیں ہماری جمہوری اقدار تلپٹ نہ ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا دوست' ساتھی' ہمدرد اور خیر خواہ ہے۔ حافظ و ناصر ہے' اس حد تک کہ بعض اوقات خود تمہیں اپنے بھلے برے کی پہچان نہیں ہوتی' لیکن تمہارا بھلا برا جانتا ہے اور تمہاری بھلائی کے حق میں رہتا ہے۔ تم کسی شے کیلئے دعا کرتے ہو' حالانکہ وہ شے انجام کار تمہارے لئے شر کا

باعث بن سکتی ہے' اسی لئے اہل ایمان کو تلقین کی گئی کہ اللہ اور اس کے رسول کی کامل اطاعت کریں' یہی صراط مستقیم ہے' اسی پر ہمیشہ گامزن رہیں۔ کسی بھی وقت نفس کا' شیطان' نسیان کا حملہ ہوسکتا ہے۔ انسان سے غلطی اور فروگزاشت ہوسکتی ہے۔ اللہ سے استغفار کرتا رہے' مگر چلتا رہے استقامت کے ساتھ صراط مستقیم ہی پر۔ یہ راستہ بھی نہ بدلے۔

اگر کبھی آپ کے سامنے ایسا معاملہ درپیش ہو کہ سمجھ میں نہ آرہا ہو کہ کیا کرنا چاہئے۔ دنیاوی اعتبار سے اور آخرت کے اعتبار سے کس میں زیادہ بہتری ہے تو استخارہ کریں۔ اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کریں:

''میں تجھ سے تیرے خیر کا طلب گار ہوں' اور تیری قدرت ہی سے رہنمائی چاہتا ہوں' اس لئے تو جانتا ہے میں نہیں جانتا تو قدرت رکھتا ہے' مجھے قدرت حاصل نہیں۔ میں اگر فیصلہ کر بھی لوں تو جب تک تیری توفیق نہ ہوگی میں اس پر عمل بھی نہیں کر سکوں گا۔ اور صحیح فیصلے تک پہنچنے کے لئے بھی تیری رہنمائی کا محتاج ہوں۔ تو میرے دل میں ڈال دے۔ تو میری رہنمائی فرما۔ اے پروردگار' اگر تیرے علم کی رو سے یہ چیزیں یہ کام جو میں کرنے چلا ہوں' اگر یہ میری عاقبت کے اعتبار سے' میری دنیا کے اعتبار سے' میرے دین کے اعتبار سے' اس میں خیر ہو تو پھر اسے میرے لئے مقدر کر دے''۔

حاضرین قوم! ہر معاملے میں' ہر بات میں یہ دیکھنا چاہئے کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم کیا ہے۔ ہمارا دین کیا کہتا ہے۔ مومن کا کام اس حکم پر' نتائج سے بے پرواہ ہو کر عمل کرنا ہے۔ اور جس چیز میں دو رائیں ہوں' وہ اللہ کے سپرد کردے۔ اسی کا نام استخارہ ہے۔ اللہ قادر ہے' غالب ہے' وہ اپنے مومن بندوں کی حفاظت کرتا ہے' مدد کرتا ہے' دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ وہ جو حضرت یوسفؑ کی دعا ہے۔ بہت پیاری دعا ہے: ﴿اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾: ''پروردگار تو میرا ولی ہے' ساتھی ہے' میرا مددگار ہے' پشت پناہ ہے' دنیا میں بھی' آخرت میں بھی''۔

اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اپنے مومن بندوں کا حامی و ناصر ہے۔ وہ آج بھی اہل ایمان کی پشت پر ہے' لیکن آج موجودہ دور میں اُس پر یقین کرنا بہت مشکل ہے۔ انسانی تاریخ میں اتنا مشکل وقت کبھی نہیں آیا کہ اللہ پر یقین رکھنا اتنا مشکل بنا دیا جائے۔ یہی ہے اصل میں دجالیت اور دجالی فتنہ جس پر ہم اپنے گزشتہ خطبات میں زور دیتے آرہے ہیں۔ اللہ ہمیشہ ہر دور میں ہماری مدد کرتا رہا ہے۔ وہ آج بے بس اور لاچار نہیں ہوگیا۔ جس چیز کی کمی ہے' وہ یہ ہے کہ ہم نے اُسے فراموش کر دیا ہے۔ ہم نے اپنے معاملات اور اپنے زمینی حقائق اس کے سپرد کرنا بھلا دیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنا معاملہ درست کریں' ہمارا عمل ثابت کر دے کہ ہم واقعی اللہ پر ایمان رکھتے ہیں' ہم اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو پھر دیکھئے اللہ کی مدد کیسے آتی ہے۔ آپ گمان بھی نہیں کر سکتے کہ اس کی مدد کیونکر اور کن ذریعوں سے آئیگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس رُخ پر سوچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَآخر دعونا عن الحمد للہ ربّ العالمین

(تلخیص: فریداللہ مروت)

PRESS RELEASE　پریس ریلیز

جان دینے کا جذبہ

مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ کے لئے جان دینے کا جذبہ انتہائی قیمتی ہے۔ امریکہ آج اسی بات کے خوف سے کانپ رہا ہے کہ مسلمان مرنے سے نہیں ڈرتا۔ ان خیالات کا اظہار بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے قرآن آڈیٹوریم لاہور میں ہفتہ وار درسِ قرآن کے دوران ضمنی طور پر کیا۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کو اپنے اس جذبے کو انفرادی زندگی میں دین پر عمل پیرا ہونے اور اجتماعی سطح پر شریعت کے نفاذ کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ قیام پاکستان کے بعد نفاذِ اسلام کے وعدے کو پورا نہ کر کے ہم اللہ کے مجرم اور عذاب کے مستحق بن چکے ہیں۔ اس عذاب سے بچنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ ہم توبہ کی روش اختیار کرتے ہوئے وطن عزیز کو عہد حاضر کے تقاضوں کے مطابق مثالی اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے جدوجہد کریں۔ انہوں نے کہا کہ نائن الیون کے واقعہ کے بعد صدر مشرف کی قیادت میں پاکستان نے جو کردار ادا کیا وہ غیرت وحمیت' دین واخلاق اور مروت و شرافت کے تقاضوں کے برعکس تھا۔ اگر پاکستان اُس وقت حق کی حمایت میں امریکہ کا ساتھ دینے سے انکار کر دیتا تو آج صورتِ حال مختلف ہوتی اور ہم اپنے سابقہ جرائم کے کفارہ کے طور پر اللہ کے ہاں معافی کے مستحق قرار پاتے۔ علاوہ ازیں چین اور دوسرے نیوٹرل ممالک بھی ہمارا ساتھ دیتے۔ لیکن ہماری اس کوتاہی کے باوجود اللہ نے اگر ہمیں یہود کی سازشوں سے بچایا ہے تو یہ گویا ہمیں مہلت دی گئی ہے کہ ہم اب کیا کرتے ہیں۔ اگر ہم نے اب بھی اپنا قبلہ درست نہ کیا تو قدرت شاید ہمیں مزید مہلت نہ دے اور عذاب الٰہی جو ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے کہیں ہمارا مقدر نہ بن جائے۔

جاری کردہ: شعبہ نشر واشاعت' تنظیم اسلامی

PRESS RELEASE　پریس ریلیز

امن وامان کی تشویشناک صورت حال

میر ظفر اللہ جمالی کے وزارتِ عظمیٰ سے استعفاء پر تبصرہ کرتے ہوئے امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے کہا ہے کہ ان کے استعفاء سے ملک کے حالات میں بہتری کی کوئی امید نظر نہیں آتی' کیونکہ قائد ایوان کوئی بھی ہے' صدر مشرف کی پالیسیاں اسی تسلسل سے چلتی نظر آرہی ہیں۔

امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ دہشت گردی کے خاتمہ کی آڑ میں ملکی سلامتی کو داؤ پر لگا کر جس طرح امریکی خواہشات کو پورا کیا جارہا ہے' اسی کا شاخسانہ ہے کہ ملک میں امن وامان کی صورت حال اس قدر بگڑ چکی ہے کہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہاں کسی کی حکومت ہے بھی یا نہیں۔ بڑے بڑے علماء اور سیاسی جماعتوں کے کارکنوں کا کھلے عام قتل حکومتی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پیر بنیامین کا قتل بھی حکومتی ناکامیوں کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ایسے واقعات کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ حافظ عاکف سعید صاحب نے کہا کہ اگر ہم نے من حیث القوم اپنا قبلہ درست نہ کیا تو ہمیں ایسے مزید صدمات برداشت کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

جاری کردہ: شعبہ نشر واشاعت' تنظیم اسلامی

گاؤ رفت' اسپ آمد

ایوب بیگ مرزا

❁ ہونی ہو کر رہی۔ جمالی کی عاجزی اور انکساری بلکہ منت ترلا اور عوامی نمائندہ ہونے کے باوجود وردی والے کو مائی باس کہنا اور اس کا پی ایس او کہلوانے پر فخر کا اظہار کرنا کچھ بھی کام نہ آیا۔ جمالی نے وزارتِ عظمیٰ کا منصب سنبھالتے ہی یہ تاثر دیا تھا کہ وہ جونیجو والی حماقت کبھی نہیں کریں گے۔ یعنی خود کو سچ مچ چیف ایگزیکٹو نہیں سمجھیں گے اور ہر حال میں مقتدر حلقوں بلکہ صحیح تر الفاظ میں واحد صاحب اختیار اور صاحب اقتدار شخص جنرل پرویز مشرف کے حضور کبھی کسی قسم کی گستاخی کے مرتکب نہ ہوں گے۔ اس کے باوجود جمالی ناقابل برداشت ہو گئے اور اس قدر ناقابل برداشت ہوئے کہ انہیں فوری طور پر فارغ کرنے کے لئے بجٹ کو شیڈول سے ایک روز پہلے منظور کروالیا گیا اور یہ کام قبل از وقت کرنے کے لئے ایک گیم کی گئی۔ وہ یہ کہ سیشن کا آغاز ہوتے ہی ایک سرکاری رکن نے اپوزیشن کو بے نقط سنانی شروع کر دیں اور ایک روایت کے مطابق گالیاں بھی دیں۔ مقصد یہ تھا کہ اپوزیشن مشتعل ہو کر ہنگامہ کرے اور کارروائی کا بائیکاٹ کرے اور ایوان سے واک آؤٹ کر جائے۔ اپوزیشن جب کٹوتی کی تحریکیں نہیں پیش کرے گی اور ان پر بحث مباحثے پر وقت صرف نہیں ہوگا تو کل کا کام آج ہی آسانی سے ہو جائے گا۔ لہٰذا ایسا ہی ہوا اور یوں بجٹ ایک روز پہلے منظور کروا لیا گیا۔ میر ظفر اللہ جمالی کے ناقابل برداشت ہونے کے بارے میں ایک اور بات سامنے آئی ہے۔ وہ یہ کہ اگر قومی اسمبلی کے تین سو بیالیس افراد میں سے ایک بھی وزیر اعظم ہونے کا اہل نہیں تھا اور سینٹ سے نابغہ روزگار درآمد کیا جانا لازم ٹھہرا تھا تو یہ نہیں کیا گیا کہ پہلے ان صاحب کو سینٹ سے استعفیٰ دلوا کر قومی اسمبلی کا ممبر بنوا لیا جاتا تو پھر جمالی صاحب کو رخصت کیا جاتا تاکہ شجاعت حسین کو عبوری دور کا وزیر اعظم بنا کر دنیا کو نیا تماشا نہ دکھایا جاتا۔ درحقیقت ہمارے ہاں یہ دیکھا گیا ہے کہ بڑے صاحب جب کسی بات پر غضب ناک ہو کر اپنے آفس میں کھڑے کسی سائل کو گرج دار آواز میں Get Out کہتے ہیں تو پھر اس کا چند لمحے بھی وہاں کھڑا رہنا برداشت نہیں کیا جاتا۔ اگلا جملہ یہ ہوتا ہے ''دفعہ ہو جاؤ یہاں سے اور میری نظروں سے دور ہو جاؤ''۔ اور ساتھ ہی مسلح چوب دار سائل کو باہر کا راستہ دکھاتا ہے۔ فوجی صدور کے وزراء اعظم کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ جمالی صاحب نے تو واپس مڑتے ہوئے سیلوٹ بھی مارا ہے۔

اب بہت سی باتیں سننے میں آ رہی ہیں۔ کوئی کہتا ہے اختلاف وردی پر ہوا تھا۔ جمالی صاحب عاجزی اور انکساری کا اظہار بھی کر رہے تھے لیکن بار بار یہ کہہ کر کہ صدر صاحب اپنی بات کے بڑے پکے ہیں' وہ سترھویں ترمیم پر پوری طرح عمل درآمد کرتے ہوئے وعدہ کے مطابق وردی اتار دیں گے' یہ کہہ کر وہ صدر کو پھنسا رہے تھے' حالانکہ پیٹریاٹ ملک کے وسیع تر مفاد اور اس کی سلامتی کا واسطہ دے کر زوردار انداز میں کہہ رہے تھے کہ وردی اور ملکی مفاد لازم و ملزوم ہیں۔ پھر یہ کہ جب خود صدر بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے بتا رہے ہیں کہ بے شمار لوگ فون اور ای میل کے ذریعے دردمندانہ التجائیں کر رہے ہیں کہ خدارا وردی نہ اتاریں ایسے میں انہیں وردی اور وعدے کی یاد دہانی کرانا وزیر اعظم کی کتنی بڑی گستاخی ہے۔ ایک الزام یہ بھی ہے کہ صدر نے شب و روز کی محنت اور عرق ریزی سے چار سال میں ملک اور قوم کو اعتدال پسندی اور روشن خیالی کی راہ پر ڈالا تھا۔ اب اس کا لازمی تقاضا تھا کہ امریکہ بہادر کی راہنمائی میں مزید پیش رفت کرتے ہوئے ناموسِ رسالت ایکٹ اور حدود آرڈیننس میں بھی ترمیم کر کے اسے مغرب کی مہذب اقوام کے لئے قابل قبول بنایا جائے لیکن جمالی صاحب کی مذہبی غیرت جاگ اٹھی اور انہوں نے اس میں تعاون سے انکار کر دیا جس سے بڑے صاحب کا غضب بھڑک اٹھا اور انہوں نے Get Out کہہ دیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ راقم کے سامنے جمالی صاحب کے استعفیٰ سے صرف ایک روز پہلے کا اخبار پڑا ہے جس میں صفحہ اول پر جمالی صاحب کے بیان کی یہ سرخی لگائی گئی ہے ''صدر میری حمایت کر رہے ہیں' پریشانی کی کوئی بات نہیں''۔ اللہ جانے جمالی صاحب انتہائی بے خبر تھے یا انتہائی معصوم تھے' یا خود فریبی کا شکار تھے۔

بہر حال جمالی صاحب چلے گئے' لیکن اس سے کیا فرق واقع ہوگا؟ وہ کیا کر رہے تھے جواب نہیں ہو سکے گا؟ کرسی کے جھولے لے رہے تھے' گاڑی کے آگے پیچھے ہوٹر بج رہا تھا' کبھی کبھار کوئی سیلوٹ بھی نصیب ہو جاتا تھا' پالیسی سازی اقتدار حکم اور حکومت سے پہلے ان کا کیا تعلق تھا جس میں ان کے جانے سے تبدیلی آ جائے گی۔ اقتدار کا سرچشمہ پہلے بھی ایوان صدر تھا اب بھی وہی رہے گا۔ کتنا بڑا فریب ہے جو پاکستان سے مسلسل ہو رہا ہے۔ پہلے نمائندہ حکومت پر شب خون مارا جاتا ہے اور اسلام آباد فتح کر لیا جاتا ہے' پھر مسلم لیگ کو داشتہ کی طرح اپنے محل میں ڈال لیا جاتا ہے۔ بدعنوان سیاست دانوں کا ایک گروہ دم ہلاتا ہوا حاضر دربار ہو جاتا ہے۔ انتخابات کا ڈرامہ سٹیج کیا جاتا ہے۔ تھوڑی بہت کسر رہ جائے تو پیٹریاٹ دریافت کر لئے جاتے ہیں۔ حالانکہ ''میرے ہم وطنو! السلام علیکم'' کا جو خطاب پہلے روز ہوتا ہے اس میں ہارس ٹریڈنگ اور بدعنوانی کے خلاف جہاد کا اعلان کیا جاتا ہے' لیکن چونکہ روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا سب سے بڑا مظہر اجتہاد ہے لہٰذا اس جہاد کو اجتہاد کی ڈھلوان پر رکھ کر بھاری بوٹوں سے کک مار دی جاتی ہے۔ البتہ چونکہ پارلیمانی نظام ہمارے سابق آقاؤں کا عطا کردہ ہے لہٰذا اسے یادگار کے طور پر قائم رکھنا ایمان کا حصہ ہے۔ وزیر اعظم کے لئے ایسا شخص تلاش کیا جاتا ہے جو ملکی سطح پر مقبول نہ ہو' وہ کسی بڑی عوامی جماعت کا نمائندہ نہ ہو' جونیجو اور جمالی کی طرح زیادہ سے زیادہ کسی ایک حلقہ سے منتخب ہوا ہو۔ تازہ ترین واردات میں مزید یہ احتیاط برتی گئی ہے کہ اس کا عوام اور سیاست سے کوئی تعلق نہ ہو۔ ایک ٹیکنوکریٹ کو مستقل وزیر اعظم کے طور پر چنا گیا ہے تاکہ جب Get Out کیا جائے تو وہ خاموشی سے اپنی پرانی نوکری پر چلا جائے۔

ایک وقت وہ تھا ہم ہر معاملے اور ہر شعبہ میں اپنا بھارت سے موازانہ کرتے تھے اور برا بھلا مقابلہ کر ہی لیتے تھے' اگرچہ 1971ء کی شکست فاش نے ہمیں توڑ پھوڑ دیا تھا اور بین الاقوامی ریفریوں نے no match کہہ دیا تھا لیکن ہم ذہنی طور پر قبول کرنے کو تیار نہ تھے اور بحث مباحثے میں بھی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ لیکن حالیہ انتخابات میں بھارتی عوام نے اپنی جس قوت کا مظاہرہ کیا ہے اور لیڈروں نے اس قوت کے سامنے جس طرح سرنڈر کیا ہے۔ اور گزشتہ چند سالوں سے پاکستان میں جس طرح عوام کو نظر انداز اور مسترد کیا گیا ہے بھارت سے تقابل کے حوالہ سے مجھ جیسا ڈھیٹ بھی کہہ رہا ہے no match۔

البتہ اب بعض خوشامدی حلقے ڈھٹائی کا مرحلہ عبور کرتے ہوئے بے شرمی کا لحاف اوڑھ کر اب بھی تقابل کر کے کہتے ہیں بھارت میں بھی ایک ٹیکنوکریٹ جو پہلے وزیر خزانہ تھا اب وزیراعظم بن گیا ہے اور پاکستان میں بھی عین اسی طرح کا ایک ٹیکنوکریٹ جو پہلے وزیر خزانہ تھا اب وزیراعظم بن رہا ہے۔ اس پر اس کے سوا کیا تبصرہ کیا جائے کہ ''شرم تم کو مگر نہیں آتی''۔ کہاں ایک حقیقی سیاسی جماعت جس کی جڑیں بھارت کے ہر طبقہ میں موجود ہیں' جو سیاسی عمل میں اور جمہوریت کی پائیداری کے لئے ناقابل فراموش کردار ادا کر چکی ہے' اس کا نمائندہ جو اپنے علاقے کے عوام کا مینڈیٹ حاصل کر کے آیا ہے۔ اور کہاں وہ شخص جو سیاست کی ابجد تک نہیں جانتا' جس نے سٹی بینک کی پرتعیش گاڑیوں سے قدم باہر نہیں رکھا جس کا عوام کے جینے مرنے سے بھی کوئی تعلق نہیں رہا' اس کے سر پر اچانک وزارتِ عظمیٰ کا ہما آ بیٹھا ہے اور جس کی حیثیت محض ایک شو بوائے کی ہو گی۔

بہرحال یہ ڈھول بجایا جا رہا ہے کہ نئے مستقل وزیراعظم معاشی جادوگر ہیں۔ انہوں نے پاکستان کے خزانے کو بھر دیا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ چار سال میں غربت کی لکیر سے کتنے مزید لوگ نیچے چلے گئے ہیں' مہنگائی کس قدر بڑھ گئی ہے' سرمایہ کاری نہ ہونے کے برابر ہے' بیروزگاری میں بے تحاشہ اضافہ ہو چکا ہے۔

بہرحال سرکاری ذرائع نے نئے وزیراعظم کو ایسا تیز رفتار گھوڑا قرار دیا ہے جو ترقی کی راہ پر سرپٹ دوڑے گا' خود مستقل وزیراعظم شوکت عزیز نے اپنی نامزدگی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان چین' ملائشیا اور تھائی لینڈ کی طرح معاشی لحاظ سے مضبوط ملک بن جائے گا اور راقم کو پنجابی کی یہ ضرب المثل یاد آ رہی ہے ''مجھ ویچ کے گھوڑا لیا دودھ پین تو گئے لد چکنی پئی''، یعنی ''بھینس فروخت کر کے گھوڑا خریدا' دودھ پینے سے محروم ہوئے اور لید اٹھانا پڑ گیا''۔ جب عوام ڈھور ڈنگر بن جائیں یا بنا دیئے جائیں تو قیادت کن کی ہو گی؟ سیدھی سی بات ہے' کوئی فلسفیانہ گتھی سلجھانے کی ضرورت نہیں۔

''ندائے خلافت'' کا نظام اصلاحات

ہم ''ندائے خلافت'' کے مضامین نظم و نثر کا معیار بڑھانے کے ساتھ ساتھ اس کی طباعت اور ترسیل ڈاک کے نظام میں بھی اصلاحات لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ گزشتہ تین شماروں سے ''ندائے خلافت' چٹوں' میں پیک کرنے کی بجائے بڑے لفافوں کے ذریعے ارسال کیا جا رہا ہے' تاکہ رسالے میں خمیدگی پیدا نہ ہو اور ثابت و سالم آپ تک پہنچے۔ یہ طریقہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں بھی بتائیے۔ (مدیر مکتبہ خدام القرآن)

منتخب تحریکی نظمیں

معصوم شہادتوں کو خراجِ تحسین

گزشتہ ہفتے امریکا کی ترغیب و تحریص پر ہماری حکومت کے اہل کاروں نے جس سنگ دلی اور بے دردی کے ساتھ معصوم و پاکیزہ قلب نوجوان نیک محمد کو شہید کیا ہے' اُس پر ہر پاکستانی سوگوار ہے۔ محترم قاضی عبدالقادر صاحب نے ان کی شہادت سے گہرا اثر لے کر مولانا نعیم صدیقی اور فیض احمد فیض کی' موضوع سے متعلق' نظمیں منتخب کر کے ''ندائے خلافت'' کے قارئین کی خدمت میں ارسال کی ہیں' جو یہاں اُن کے شکریے کے ساتھ شائع کی جا رہی ہیں:

مولانا نعیم صدیقی کی ایک نظم

عجیب ہو تم غریب ہو تم' صلیب پر مسکرانے والو...... سلام تم پر!
خوشی خوشی' سب سے آگے آگے' لپک کے مشہد کو جانے والو...... سلام تم پر!
بہ سایۂ تیغ ہائے براں' ترانۂ عشق گانے والو...... سلام تم پر!
لہو کے قطروں کے بیج بو کر' ہزار گلشن سجانے والو...... سلام تم پر!
نچوڑ کر دل' جگر سے روشن' چراغ محفل جلانے والو...... سلام تم پر!
اجل کی وادی میں راہیوں کو' بقا کی راہیں دکھانے والو...... سلام تم پر!
خدا کا پیغام دینے والو! خودی کا بادہ لنڈھانے والو...... سلام تم پر!
تمام جھوٹی خدائیوں کے صنم کدوں کو گرانے والو...... سلام تم پر!
تمہاری یادیں بسی ہیں دل میں' اُفق کے اُس پار جانے والو...... سلام تم پر!
عجیب ہو تم غریب ہو تم! صلیب پر مسکرانے والو ...... سلام تم پر

.......اور......

میرے خیال میں آتے ہیں جب وطن کے شہید
تو سوچتا ہوں کہ اپنی یہ زندگی کیا ہے
ہوس کے بندو! ذرا آؤ تو سرِ مشہد!
تمہیں دکھاؤں کہ سب سے بڑی خوشی کیا ہے
الٰہی کتنے خداؤں سے سابقہ ہے مجھے!
نہ پوچھ مجھ سے' مری شانِ بندگی کیا ہے

فیض احمد فیض کے چند اشعار

نہ گنواؤ ناوکِ نیم کش' دلِ ریزہ ریزہ گنوا دیا
جو بچے ہیں سنگ سمیٹ لو' تنِ داغ داغ لٹا دیا
مرے چارہ گر کو نوید ہو' صفِ دشمناں کو خبر کرو
جو وہ قرض رکھتے تھے جان پر' وہ حساب آج چکا دیا
کرو کج جبیں پہ سرِ کفن' مرے قاتلوں کو گماں نہ ہو
کہ غرورِ عشق کا بانکپن' پسِ مرگ ہم نے بھلا دیا
اُدھر ایک حرف کہ کشتنی' یہاں لاکھ عذر تھا گفتنی
جو کہا تو سن کے اُڑا دیا' جو لکھا تو پڑھ کے مٹا دیا
جو رُکے تو کوہِ گراں تھے ہم' جو چلے تو جاں سے گزر گئے
رہِ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

انگریزی حکومت کے شکوک و شبہات

سید قاسم محمود

برطانوی حکومت یوں بھی مسلمانانِ ہند کی ہر مذہبی، سماجی اور تعلیمی انجمن کے قیام کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتی تھی۔ ''انجمن خدام کعبہ'' کے تو دستور العمل کی پہلی دفعہ ہی میں اس کے شکوک و شبہات کے لئے کافی سروسامان موجود تھا۔ دستور میں کہا گیا تھا:

''چونکہ ہمیں خانۂ کعبہ کی حرمت وعزت برقرار رہنے کے بارے میں پہلے جو اطمینان حاصل تھا، وہ اب باقی نہیں رہا ہے، اس لئے خانۂ کعبہ کی حرمت برقرار رکھنے کے واسطے اہل اسلام کی ایک 'خاص انجمن' قائم کی جاتی ہے''۔

دستور کی دفعہ 2 میں کہا گیا تھا: ''اس انجمن کی اصلی غرض حرم محترم کی ہر قسم کی خدمات بجالانا اور اس کو غیر مسلم ہاتھوں سے محفوظ رکھنا ہے۔

دفعہ 3 میں یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے پہلی تدبیر یہ بتائی گئی: ''جاں نثارانِ کعبہ اور حامیانِ توحید کی ایک ایسی جماعت تیار کرنا جو حرم محترم پر اپنی جان و مال کے قربان کرنے کو صدقِ دل سے آمادہ ہو''۔

انجمن کے دستور ہی میں نہ صرف برطانوی ہند میں بلکہ کشمیر ومیسور، تمام مسلم ریاستوں اور پڑوس کی برطانوی کالونی یعنی برما، حتیٰ کہ غیر مسلم ریاستوں تک میں، جہاں جہاں ''انجمن اصلیہ خدام کعبہ'' مناسب خیال کرے، انجمن کی اعلیٰ و ادنیٰ شاخوں اور تنظیموں کا جال پھیلا دینے اور اسلامی جماعتی زندگی اور بیداری کی ایک نئی لہر پیدا کردینے کے عزم کا اظہار کیا گیا تھا۔

برطانوی حکومت کے شکوک وشبہات کو مزید تقویت دینے کے لئے دستور میں شامل حلف بھی تھا، جس میں ہر رُکن سے یہ حلف لیا جاتا تھا کہ وہ خانۂ کعبہ پر غیر مسلم حملے کے وقت جان و مال کے ایثار سے دریغ نہ کرے گا اور انجمن کے احکام کو بلاعذر وتاخیر بجالائے گا۔

یہ تمام اُمور حکومت کے حلقوں میں شکوک پیدا کرنے کے لئے کافی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انجمن کے قیام کے اعلان کے ساتھ ہی اس کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہوگئے۔ اس کا اندازہ اربابِ انجمن کو بھی تھا، اس لئے خادم الخدام مولانا عبدالباری فرنگی محلی کا جو مضمون اس کے قیام واعلان کے صرف چار یوم کے بعد شائع ہوا تھا، اس میں دانستہ کوشش کی گئی ہے کہ حکومت کے ارکان اسے سیاسی انقلابی انجمن خیال نہ فرمائیں۔ لیکن یہ غلط فہمی دور تو کیا ہوتی، مولانا صاحب کے اس مضمون نے بھی شکوک و شبہات میں مزید اضافہ کردیا۔ پھر جوں جوں اس غلط فہمی کو رفع کرنے کی کوشش کی گئی، شکوک بڑھتے ہی گئے۔ مولانا مرحوم نے وضاحت سے یہ اعلان کردیا تھا کہ یہ ایک خاص مذہبی و دینی انجمن ہے، اور سیاست سے اس کا کوئی تعلق نہیں، لیکن برطانوی حکومت مولانا عبدالباری کے اس بیان سے مطمئن نہ ہوئی۔

اسی طرح مولانا شوکت علی نے یوپی کے سیکرٹری کے نام جو 14 نومبر 1915ء کو خط لکھا، وہ بھی حکومت کو چوکنا اور خبردار کردینے کے لئے کافی تھا۔ مولانا صاحب اپنے خط میں انجمن کے قیام کی خاص وجہ یہ لکھتے ہیں:

''خدمت کعبہ ہر مسلمان مرد وعورت و بچہ پر فرض ہے، اور مسلمان کو، اگر وہ مسلمان رہنا چاہتا ہے تو خادم کعبہ ہونا چاہئے۔ ہماری انجمن صرف اس وجہ سے قائم کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو خدا کے ایک ایسے حکم پر عمل کرنے میں اُن کی مدد کرے جسے انہوں نے فروگزاشت کردیا تھا، خاص کر حال میں جبکہ خادم الحرمین الشریفین خلیفۃ الرسول امیر المؤمنین سلطان المعظم ترکی خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ ایسے کمزور ہوگئے ہیں کہ مقدماتِ مقدسہ کی حرمت غیر مسلم سلطنتوں کے خلاف قائم رکھنا ایک مشکوک امر باعتبار ان کی طاقت کے تمام دنیا کے مسلمان خیال کرنے لگے ہیں''۔

حکومت کے خاص وفاداروں کے بارے میں مولانا صاحب اپنے اس خط میں لکھتے ہیں: ''مجھ کو یہ تحریر کرنے کی ضرورت نہیں کہ سرکار کی دس کروڑ مسلمان رعایا کس قدر خوش ہوئی تھی، اس اعلان سے جو اوائل جنگ میں شائع کیا گیا تھا کہ اسلام کے مقاماتِ مقدسہ کی حرمت برقرار رکھی جائے گی۔ یہ فعل نہایت مدبرانہ تھا اور تمام وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ عرب پاک کو سلطنت انگلیشہ میں ملالینا چاہئے اور اس طور پر گورنمنٹ کو دھوکا دے کر اپنی زبانی وفاداری کا یقین دلانا چاہتے ہیں، اس سلطنت کے سب سے بڑے دشمن ہیں، اور اس قابل ہیں کہ پھانسی دے کر سب سے اونچے درخت سے لٹکا دیئے جائیں''۔

اسی خط کا یہ فقرہ بھی قابلِ لحاظ ہے: ''وہ خدام کعبہ جو واقعی ایک بہت بڑی مذہبی تحریک ہے اور مجھے یقین ہے کہ اسلام کو زندہ کردینے میں مدد کرے گی''۔

یہ ناممکن تھا کہ ان صراحتوں کے بعد بھی حکومت ''انجمن خدام کعبہ'' کے بارے میں حسنِ ظن میں مبتلا رہتی۔ 1914ء کے اواخر میں جنگ چھڑنے کی وجہ سے حجاج کرام کی بحفاظت واپسی میں رکاوٹ پیدا ہوگئی۔ اس موقع پر ''انجمن'' نے بڑی جرأت کا ثبوت دیا۔ اس کا اندازہ اس خط سے لگایا جاسکتا ہے جو 9 نومبر 1914ء کو مولانا شوکت علی نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو لکھا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

''حضور والا نے وائسرائے کا دوسرا اعلان ملاحظہ فرمایا ہوگا، جس میں جرمن قوم کی جھوٹی تردید کی گئی ہے کہ برطانہ نے جدہ پر گولہ باری کی۔ اس قسم کی افواہیں اس وقت اڑیں گی اور خلوق میں سخت بے چینی کا باعث ہوں گی۔ اس کا علاج یہی ہے کہ حجاج وہاں ٹھہرنا شروع ہوں اور سچے طور پر انکار کر دیں گے۔ مسلمان ہرگز پسند نہیں کریں گے کہ کسی وجہ سے بھی، ایک منٹ کے لئے جدہ یا عرب مقدس سے خادم الحرمین الشریفین کے علاوہ کسی دوسرے کا تعلق ہو۔ بدرجہا بہتر ہے کہ حجاج وہاں ٹھہر کر مریں۔ اس لئے اب سب کی رائے کا وقت آگیا ہے کہ حضور ''انجمن خدام کعبہ'' کی طرف سے وائسرائے بہادر سے حجاج کی واپسی کی نسبت اُن سے دریافت کریں کہ آپ نے کیا سوچا ہے۔ انگریزی جہاز وہاں نہیں جاسکتے اور وہاں کے جہاز یہاں نہیں آئیں گے۔ امریکا، اٹلی، سویڈن وغیرہ کے جہاز ان کی واپسی کا انتظار کریں گے۔ حضور اجازت دیں کہ ہم اس کا انتظام خود کرلیں''۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نہ تو انجمن کو حکومت پر اعتماد تھا اور نہ حکومت انجمن کے مقاصد اور اربابِ انجمن کے عزائم کی طرف سے مطمئن تھی، لیکن چونکہ اس وقت کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا تھا کہ انجمن حکومت کے خلاف کوئی تحریک شروع کرے یا حکومت انجمن کے خلاف کوئی کارروائی کرے، اس لئے ایک سرد جنگ تھی جو حکومت اور انجمن کے مابین جاری تھی۔ اس کا اندازہ ہندوستان کے وائسرائے لارڈ ہارڈنگ کے مارچ 1915ء کے اس خط سے لگایا جاسکتا ہے جو اس نے حکومت برطانیہ (لندن) کو

ہندوستان کے حالاتِ حاضرہ سے مطلع کرنے کے لئے لکھا تھا۔ اس خط میں اتحادِ اسلامی کی تحریک اور انجمن خدام کعبہ کی کوششوں کے بارے میں صاف لکھا:

''ترکی کے ساتھ جنگ چھڑ جانے کے باعث ہندوستان کی پان اسلامک پارٹی قدرتی طور پر مضطرب ہے اور ہمیں اطلاع ملی ہے کہ اب وہ پنجاب کے سکھ شورش پسندوں کے ساتھ مل کر کام کر رہی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ انجمن خدام کعبہ (جسے مولانا شوکت علی نے قائم کیا تھا) کے صدر نے اس تحریک کی بھی مخالفت کی ہے' جس کا مقصد جنگ میں برطانوی حکومت کی حمایت میں فتویٰ کا اجراء تھا''۔

جون 1916ء میں حجاز میں شریفِ مکہ حسین کی ترکوں کے خلاف بغاوت کے بعد مولانا عبدالباری نے ''انجمن خدام کعبہ'' کے صدر کی حیثیت سے وائسرائے کے نام ایک تار میں مسلمانانِ ہند اور اپنی جانب سے شدید غم و غصہ کا اظہار کیا تھا۔ چونکہ یہ حقیقت ظاہر و معلوم تھی کہ شریف مکہ کو ترکی حکومت کے مقابلے میں انگریزوں کی حمایت حاصل تھی' اس لئے انگریزی حکومت نے مولانا کے غم و غصے کو اپنے ہی خلاف سمجھا۔ مولانا نے اس تار میں کہا تھا کہ مسلمانوں کے مقاماتِ مقدسہ کو قتل و غارت گری کے میدان میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ نیز یہ کہ رسولِ اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس پر یہ غاصبانہ قبضہ مسلمانوں کے لئے دل آزاری ہی کا باعث نہیں' بلکہ وہ اس کے ذمہ داروں کو ہمیشہ اسلام کے دشمنوں کے طور پر یاد رکھیں گے۔

اسی شک کی بناء پر مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی کو' جو تحریک اتحاد اسلامی اور انجمن خدام کعبہ کے بڑے رہنماؤں میں تھے' مئی 1915ء میں نظر بند کر دیا گیا۔ حکومت کی بدگمانیوں کی کیفیت کا اندازہ اس سے لگایا جائے کہ اس کے علم میں آیا کہ مولانا شوکت علی جھنڈ واڑہ کی مسجد میں نماز پڑھاتے اور خطبہ جمعہ دیتے ہیں' تو ان سے دریافت کیا گیا کہ وہ نماز و خطبہ میں کیا پڑھتے ہیں؟ مولانا شوکت علی نے اپنے 15 فروری 1917ء کے خط میں مولانا عبدالباری کو لکھا:

''اب مجھ سے دوبارہ دریافت کیا گیا ہے کہ میں نے نماز میں کیا پڑھا تھا۔ اس کے جواب میں' میں نے پورا خطبہ بھیج دیا' اور اس میں اس حصے کا ترجمہ بھی بھیج دیا' جس کا تعلق حضور سلطان المعظم خلیفۃ الرسول خادم الحرمین الشریفین سے تھا' تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ مسلمان کس طرح سے اپنے خلیفہ کے لئے دعا مانگنے کے عادی ہیں۔ یہ کتاب خطبوں کی میری ملکیت نہ تھی' بلکہ مسجد کی ملکیت کی تھی اور تقریباً تیس برس ہوئے کہ طبع ہوئی تھی۔ میں نے جو نماز میں قرآن پاک تلاوت کیا تھا' وہ بھی مع ترجمہ کے لکھ دیا۔ دعا میں نے پڑھی' جو برسوں سے پڑھتا ہوں اور اسلام کی ترقی اور اس کے دشمنوں کی تباہی' کفر کا دنیا سے غائب ہونا' مسلمانوں کو قوتِ ایمانی کا نصیب ہونا' دین کی راہ میں ہر ایک کو توفیق ہو' تا کہ وہ جان' مال' وقت' قابلیت سب کچھ خوشی سے صَرف کرے۔ حضور سلطان المعظم خلیفۃ الرسول کے لئے دعا کہ خدا ان کی مدد فرمائے اور ان کے مرتبے میں ترقی کرے۔ عساکر مسلمین کے لئے دعا' وہ دعا جو ہمیشہ مانگا کرتا ہوں''۔

لیکن حکومت ان کے کسی بیان سے مطمئن نہیں ہوئی' اور اب تک مولانا شوکت علی یونیورسٹی (علی گڑھ) کے معاملات پر یا انجمن خدام کعبہ کے کاموں کے بارے میں کچھ نہ کچھ کرتے رہتے تھے' اور بیانات و مراسلات کا اجراء واشاعت' دفتر کے تنظیمی امور' چندے کی وصول یابی اور دیگر امور کے بارے میں وہ مولانا عبدالباری اور دوسرے سرکردہ حضرات کے نام تحریر کرتے رہتے تھے' اب حکومت نے انہیں اس سے بھی روک دیا۔ 30 مارچ 1916ء کو مولانا شوکت علی مولانا عبدالباری کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

''خط و کتابت کے بارے میں یہ قطعی فیصلہ نہیں ہوا کہ کونسی خط و کتابت خانگی تھی۔ علی گڑھ وغیرہ کے معاملات پر اجازت ہے' مگر مسلم یونیورسٹی کی نسبت نہیں۔ ''خدام کعبہ'' پر خط و کتابت میں نہیں کر سکتا' کیونکہ اس کو یہ حضرات پولیٹکل کہتے ہیں۔ میں نے عرض کر دیا تھا کہ نفسِ خدمت کعبہ سے تو میں کسی وقت بھی بے تعلق نہیں ہو سکتا۔ رہا انتظامی امور میں مشورہ دینا تو اس میں اپنی دوری کی وجہ سے ویسے بھی مجبور تھا اور بفضل تعالیٰ اس کے خواہاں بہت موجود ہیں۔ ہم نے خود ہی اہتمام جنگ اپنے کاروبار کو کم کر دیا ہے' مگر اس مقدس اور قابل قدر کام کو پولیٹکل ٹھہرانا' ایک نہایت تعجب انگیز امر تھا۔ کل کو نادان لوگ فقط غیر واقفیت کی بناء پر قرآن کو پولیٹکل کہہ دیں گے۔

مرض بڑھتا گیا......

''انجمن'' کے رہنماؤں نے اگرچہ بظاہر یہی کہا کہ یہ ایک مذہبی و دینی انجمن ہے اور اس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں' لیکن مسلمانوں میں نظم و اتحاد کی کوشش' انہیں بیدار کرنے' انہیں بہترین مسلمان بنانے اور اسلام کو پھر سے زندہ کر دینے کی تحریک نیز ملک و قوم کی خدمت کی مشق و تربیت' ترکی اور عربوں کی ہر قسم کی امداد' انگریزوں کے حلیف شریف مکہ حسین کے خلاف شدید نفرت کا اظہار اور حجاز مقدس میں فتنہ و فساد کے اصل بانیوں اور ذمہ داروں کو دشمنانِ اسلام کے طور پر یاد رکھنے کی دھمکی اور ایک خاص مکتبۂ فکر کے علماء و مشائخ کے ایک ایسے فتوے کی مخالفت' جس سے جنگ عظیم میں حکومت برطانیہ کو تقویت پہنچنے کی امید تھی...... یہ تمام باتیں ایسی تھیں' جن کی وجہ سے ''انجمن خدام کعبہ'' کو ایک مذہبی و دینی انجمن سے ''کچھ زیادہ'' ثابت ہو جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انجمن کے سیاسی ''نصب العین'' کے بارے میں حکومت کو جو غلط فہمی پیدا ہوئی تھی' وہ کبھی دور نہیں ہوئی۔ ایک بڑے انگریز افسر سر ولیم بارٹن کے بیان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں نے ''انجمن خدام کعبہ'' کو فقط ایک سیاسی انجمن ہی نہیں سمجھا' بلکہ اسے ایک خفیہ تنظیم اور اسکے ارکان کو انقلاب پسند سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب ''انڈیا ز نارتھ ویسٹ فرنٹیئر'' میں لکھتا ہے:

انجمن کے سیاسی ''نصب العین'' کے بارے میں حکومت کو جو غلط فہمی پیدا ہوئی تھی' وہ کبھی دور نہیں ہوئی۔ ایک بڑے انگریز افسر سر ولیم بارٹن کے بیان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں نے ''انجمن خدام کعبہ'' کو فقط ایک سیاسی انجمن ہی نہیں سمجھا' بلکہ اسے ایک خفیہ تنظیم اور اس کے ارکان کو انقلاب پسند سمجھا جاتا تھا۔

''مسلم ہندوستان میں ہمیشہ مذہبی جذبات کارفرما رہے ہیں۔ وہ انگریزوں اور ہندوؤں کے خلاف برابر نفرت کا اظہار کرتے ہوئے' دوبارہ اسلامی حکومت قائم ہونے کا خواب دیکھتے رہے ہیں۔ ان جذبات کو خفیہ انجمنیں مثلاً خدام کعبہ' دارالعلوم دیوبند وغیرہ ہوا دیتی رہتی ہیں''۔

انجمن خدام کعبہ کے بارے میں ولیم بارٹن کے ان جملوں سے حکومت برطانیہ کے اندازِ فکر کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ مصنف کا ذاتی نقطۂ نظر ہے' اس لئے اسے کلیۃً حکومت کی رائے قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ڈائریکٹر انٹیلی جنس' سی آر کلیولینڈ کے ایک نوٹ (مورخہ 20 مارچ 1914ء) سے' جو اس نے اپنے نائب کی رپورٹ پر لکھا تھا' حکومت کے نقطۂ نظر کا علم بخوبی ہو جاتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

''اس انجمن کے بارے میں بہت سے لائق مبصرین کا خیال ہے کہ وہ ہندوستان کی سیاسی تحریکوں میں ایک اہم عنصر کی حیثیت حاصل کرے گی۔ اس انجمن کے حقیقی اغراض کے بارے میں شکوک پائے جاتے ہیں۔ مجھے اس بات کا تجسس ہے کہ آیا یہ انجمن کی' حکومت کی قوت اور استحکام کا باعث ہوگی یا اس کے ضعف کا سروسامان کرے گی؟ اور یہ ہندوؤں اور

مسلمانوں کے اتحاد میں استحکام پیدا کرے گی یا اس کی کمزوری کا سبب بھی ثابت ہو سکتی ہے اور بالآخر یہ کہ یہ انجمن دیوبندی اور بعض دیگر مسلمانوں کی طرح مجرمانہ سیاسی پروپیگنڈے میں ملوث ہو جائے گی اور اس کی حوصلہ افزائی کرے گی یا حوصلہ شکنی کرے گی؟ یہ سوالات ہیں جن پر غور کرنا چاہئے۔

میری ذاتی رائے یہ ہے کہ یہ انجمن ایک مضبوط ہتھیار کی حیثیت سے کام کرے گی۔ اس کے موجودہ لیڈر اولاً تو اپنے ذاتی مفادات کو پیش نظر رکھتے ہیں' اور ثانیاً ان کے سامنے اپنا وہ زاویہ نگاہ ہے جو وہ سیاسی و مذہبی معاملات میں رکھتے ہیں۔ میری یہ بھی رائے ہے کہ وہ اس امر سے بے پروا ہیں کہ وہ جن عزائم کے حصول کے جدوجہد میں مصروف ہیں۔ ملک اور عوام کے مختلف طبقوں کو ایک ہیجان میں مبتلا کر دیں گے اور خطرات میں گھسیٹ لیں گے۔ اس لئے میں اس انجمن کو خطرناک تصور کرتا ہوں اور میرے لئے یہ یقین کرنا ناممکن ہے کہ اس کے منتظمین اس کو پُرخطر نہیں بنانا چاہتے۔ یہ جارحیت پسند ہے نہ کہ امن پسند۔ ہندوستانی عوام اور حکومت اس کی جارحیت پسندی کا ناگوار احساس ضرور کرے گی۔ انجمن کے جوشیلے افراد کے نزدیک یہ قابل جواز انتقال کا ایک حربہ ہے۔ بلاشبہ انجمن مختلف مرحلوں سے گزرے گی۔ فی الحال اس کے لیڈر حکومت کے سامنے بھیڑ کی کھال میں آنا چاہتے ہیں' لیکن میرا خیال ہے کہ وہ اپنا اصل روپ نہیں چھپا سکتے۔ بہرکیف اس انجمن پر صوبائی اور امپریل سی آئی ڈی کی نظر رہنی چاہئے''۔

20 فروری 1914ء کی خفیہ رپورٹ میں جن لوگوں کا ذکر ہے' اُن میں مولانا محمد علی کا نام سب سے پہلے ہے۔ پھر مولانا شوکت علی کا ذکر ہے کہ وہ علی گڑھ میں ''انجمن'' کا رسوخ بڑھا رہے ہیں۔ اس کے بعد مولانا عبدالباری فرنگی محلی' شیخ مشیر حسین قدوائی' حکیم عبدالولی آف لکھنؤ' ڈاکٹر ناظر الدین حسن بیرسٹر لکھنؤ کا ذکر ہے۔

سلسلۂ دار و گیر:

انجمن خدام کعبہ کی حیثیت و نوعیت اور اس کے عزائم کے بارے میں شکوک و شبہات اور اس کے ارباب و کارکنان کی سرگرمیوں نے ان کی گرفتاری' قید و بند اور نظر بندی کا سامان پیدا کر دیا۔ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت کی گرفتاری و نظر بندی کا اصل سبب ''انجمن'' ہی تھا۔ انجمن کے خدام اور شیدائیوں کے ساتھ بھی یہی رویہ اختیار کیا گیا۔ بیشتر کارکن اپنی جماعت کے رہنماؤں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ دفتر کے کاغذات' مسلیں' خطوط' ارکان کے نام پتوں اور کوائف کے رجسٹر اٹھا کر پولیس کے حوالے کر دیئے۔ رہنماؤں کے خلاف تادیبی کارروائی کی گئی تو دفتر پر قبضہ کر لیا اور ارباب انجمن کو اس سے بے تعلق کر دیا۔ ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ارکانِ انجمن کو ان کے ضلعوں اور قصبوں ہی میں دھونس' سختی' تشدد اور لالچ کے ذریعے سے اس طرح خاموش کر دیا گیا کہ پھر کوئی آواز ملک کے کسی گوشے سے نہ اٹھ سکی۔ اقبال شیدائی لکھتے ہیں:

پورے ملک میں نو شیدانِ کعبہ تھے اور جب جنگ شروع ہوئی تو آٹھ شیدائیوں نے استعفیٰ دے دیا۔ صرف میں نے استعفیٰ نہیں دیا۔''

اقبال شیدائی نے ''انقلابی کی سرگزشت'' میں یہ حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ انہیں اس تحریک سے جدا کرنے کے لئے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کئے گئے تھے۔ ان کے خاندان کے افراد سے' علاقے کے بااثر اصحاب سے' حکومت کے ضلعی حکام سے ان پر دباؤ ڈلوایا گیا۔ خود اقبال شیدائی کے بھائی کو دھمکی دی گئی کہ اگر انہوں نے اقبال کو اس کی سرگرمیوں سے باز نہ رکھا تو انہیں ملازمت سے برطرف کر دیا جائے گا۔ خود انہیں روشن مستقبل کا لالچ دیا گیا اور تحریک سے الگ نہ ہونے کی صورت میں انہیں شدائد و مصائب سے ڈرایا گیا' لیکن جب ان پر ان باتوں کا اثر نہ ہوا تو انہیں نظر بند کر دیا گیا۔ مئی 1915ء میں علی برادران کو نظر بند کیا گیا تھا۔ اگست میں تحریک کے سب سے فعال اور سرگرم شیدائی محمد اقبال شیدائی کو نظر بند کیا گیا تھا' اور صرف اس ایک شیدائی کی نظر بندی کی بدولت پنجاب اور خصوصاً صوبہ سرحد میں یہ تحریک پانی کے بلبلے کی طرح بیٹھ گئی۔ بیشتر کارکن ابتلاء و آزمائش اور شدائد و مشکلات کے تصور سے داعیۂ خدمت سے دستبردار ہو گئے اور خدمتِ کعبہ کے عہد اور میثاق کو توڑ دیا۔ صوبہ سرحد کی حالت کے بارے میں اللہ بخش یوسفی نے اپنی کتاب ''سرحد اور جدوجہد آزادی'' میں لکھا ہے:

''بہرحال جب جنگِ عظیم اول کے بادل فضا میں منڈلانے لگے تو حکومت نے صوبہ سرحد میں اس انجمن کی طرف توجہ دی اور پہلا عتاب حکیم محمد امین پر گرا' جو پشاور کے مشہور حکیم محمد عبداللہ کے فرزند اور بازار پل پختہ میں خیاری کی دکان کرتے تھے۔ انہیں انجمن خدام کعبہ کے پشاور میں خزانچی ہونے کا فخر حاصل تھا۔ ان سے اراکین کی تعداد' جمع شدہ رقم اور اس سلسلے کی دوسری معلومات حاصل کرنے کے لئے ان پر رعب ڈالا جاتا رہا' اور جب علی برادران نظر بند ہوئے تو خود بخود یہ انجمن بھی ختم ہو گئی اور حکیم صاحب بھی آزمائش سے بچ نکلے۔'' (جاری ہے)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

النصر لیب
مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ
ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ'
ایکسرے' ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولیات
محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ادارہ
خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹرا ساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ/ہیپاٹائٹس بی اور سی ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 1500 روپے میں کروائیں۔
تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔
ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL
النصر لیب: 950۔بی' مولانا شوکت علی روڈ' فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور
فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944
E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

بحیثیت عورت ہماری ذمہ داریاں

عائشہ خدا بخش

نیک عورت متاعِ حسنہ ہے۔ آپ اگر اس دنیا میں بحیثیتِ ماں، بہن، بہو، بیوی اور سب سے بڑھ کر امتِ مسلمہ کی رکن ہیں تو آپ نے کیا کرنا ہوگا۔

حضرت خدیجہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت مریمؑ اور حضرت آسیہ عورتیں تھیں۔ آج ہم بھی عورتیں ہیں جو خون ان کی رگوں میں دوڑ رہا تھا جو دل ان کے جسم میں تھا۔ وہی خون ہماری رگوں میں دوڑ رہا ہے، وہی دل ہمارے جسم میں ہے۔ مگر فرق اتنا ہے کہ ان کے اندر ایمان کی قوت تھی اسی ایمان نے ان کے اندر احساسِ ذمہ داری ڈالی تھی اور آج ہمارا ضمیر مردہ ہوگیا ہے۔ یہ کیوں ہوا؟

صرف اور صرف قرآن وسنت کی دوری کی وجہ سے ہوا۔

ہم تاریخ کی مختلف عورتوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ کیسی تھیں اور ہم کہاں کھڑے ہیں۔ ہم نے امتِ مسلمہ کی بیداری کے لئے کیا کرنا ہے۔ عورت کی تربیت پورے خاندان کی تربیت ہے جبکہ ایک مرد کی تربیت ایک فرد کی تربیت ہے۔ ہر بچے کی پہلی درسگاہ ماں کی گود ہے۔ نپولین کا قول ہے کہ تم مجھے اچھی مائیں دو میں تمہیں اچھی قوم دوں گا۔

بحیثیت بیٹی: اگر آپ بیٹی ہیں تو اس واقعے کو یاد کریں جب حضرت عمرؓ گشت پر نکلے تو ایک گھر سے آواز آئی۔ اماں دودھ میں پانی نہ ملائیں تو ماں نے کہا کیوں بیٹی؟ بولی امیر المومنینؓ نے منع فرمایا ہے۔ ماں نے کہا وہ ہمیں کونسا دیکھ رہے ہیں۔ بیٹی بولی۔ ''اللہ تو دیکھ رہا ہے۔''

اگر آپ بیٹی ہیں تو آپ کو پورا حق ہے کہ اپنے والدین سے پوچھیں کہ رقم کہاں سے آرہی ہے اور کہاں جا رہی ہے۔ ملاوٹ شدہ دودھ سے آنے والی رقم حرام ہے۔

پھر آپ نے دیکھا کہ ان ہی کی اولاد میں سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے بیٹے پیدا ہوئے جو عمر ثانیؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔

دوسرا کردار حضرت مریمؑ کا دیکھیں ان کی صفت ہے۔ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (التحریم: 12)

''وہ اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والی تھی انہوں نے با عصمت بیٹی ہونے کا حق ادا کیا۔''

بحیثیت بیوی: ایک اچھی بیوی مضبوط کردار اور دلنشیں انداز میں شوہر پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ اگر شوہر تقویٰ شعار ہے تو الحمدللہ۔ اگر نہیں تو اسے حکمت اور دانائی کے ساتھ اسلام کی طرف راغب کیا جا سکتا ہے۔ تاریخ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ نیک نفس بیوی بگڑے ہوئے شوہر کو راہ راست پر لے آئی۔ آپ بیوی ہیں تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ نے کیا کرنا ہے۔ اس کے لئے حضرت خدیجہؓ جیسا رویہ و کردار اختیار کرنا ہوگا۔ جب آپؐ کو نبوت ملی اور آپؐ گھبرائے ہوئے گھر تشریف لائے۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ نے یہ کہہ کر آپ کو تسلی دی کہ اللہ آپؐ کو رسوا نہیں کرے گا۔ آپؐ یتیموں کی پرورش کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنا مال اور اپنی جان حضور ﷺ کے حوالے کر دی۔ اسی صلے میں اللہ نے حضرت جبرئیلؑ کے ذریعے آپؐ کو سلام بھجوایا۔ ان ہی عورتوں میں حضرت آسیہ ہمارے لئے قابل تقلید نمونہ ہیں کہ شوہر اگرچہ فرعون جیسا گمراہ اور ظالم ہی کیوں نہ ہو، اللہ کی اطاعت سے نہیں روک سکتا۔

ماں کی حیثیت سے: ایک ماں اپنے بچے کی تربیت میں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے۔ کیونکہ والد صاحب تو پورا دن گھر میں نہیں ہوتے۔ بچہ زیادہ وقت ماں کے پاس رہتا ہے۔ ماں ہی سے عادات سیکھتا ہے۔ اگر بچے کی تربیت کرنی ہے تو حضرت ربیعہ بن رائیؒ کی طرف دیکھیں۔ حضرت ربیعہؒ کی پیدائش سے پہلے ملک میں جہاد فرض عین ہوگیا۔ لوگ جہاد پر نکل گئے جن میں حضرت ربیعہؒ کے والد بھی تھے۔ حضرت ربیعہؒ کی پیدائش کے بعد ماں نے ان کی تعلیم پر کافی سارے درہم خرچ کئے۔ جو حضرت رائیؒ رکھوا گئے تھے۔ 27 سال بعد رات کو گھر واپس آئے۔ صبح نماز فجر کے لئے گئے وہاں ایک نہایت خوبصورت نوجوان لڑکا درس و تدریس کر رہا تھا۔ اس کے بعد گھر واپس آئے تو بیوی سے رقم کا پوچھا بیوی نے جواب دیا کہ آپ نے مسجد نبوی میں جو شخص دیکھا ہے وہ ہی آپ کی رقم ہے یعنی انہوں نے رقم بیٹے کی تربیت کے لئے خرچ کی۔ ماں بھی کیسی ماں تھیں اگر آج کی ماں ہوتی تو وہ رقم کپڑوں اور زیورات پر خرچ کرتی۔

مسلمان ماں پر لازم ہے کہ اپنے بچوں کی تربیت اسلامی خطوط پر کرے تاکہ وہ بڑے ہو کر اسلام کے نمائندے بنیں۔

بحیثیت بہن: حضرت فاطمہؓ بنت خطاب حضرت عمر فاروقؓ کی بہن تھیں۔ ان کی ثابت قدمی اور اولوالعزمی نے بھائی کی کایا پلٹ دی اور حضرت عمرؓ اسلام کی آغوش میں آئے۔ ایک بہن ہونے کے ناطے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ بے اندیش اور آزاد خیال بھائی کو میٹھی اور پیار کی زبان کے ساتھ راہ راست پر لایا جا سکتا ہے۔

بحیثیت امۃ مسلمہ کی رکن: اللہ کے فضل و کرم سے مسلمان ہونے کے ناطے ہم امۃ مسلمہ کی رکن ہیں۔ تو اس کے لئے صرف زبانی کلامی دعوے نہیں کرنے ہوں گے بلکہ عملاً اسلامی تعلیمات کو اپنانا ضروری ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

جو غلطیاں پہلے ہو چکی ہیں اللہ سے سچے دل سے توبہ کریں اور اپنی اور امت مسلمہ کی اصلاح کے لئے قدم بڑھائیں۔ پہلے قدم کے طور پر شرعی پردہ اختیار کریں اور ملامت کرنے والوں کی ملامت سے ہرگز اثر قبول نہ کریں بلکہ جہاں تک ہو سکے دوسروں کو بھی پردہ کی تلقین کریں۔ یہ معمولی بات نہیں بلکہ اللہ کا حکم اور امہات المومنینؓ اور صحابیاتؓ کا طریقہ ہے۔

اے میری بہن! اب آرام سے نہ بیٹھ جانا کل پر کام نہ چھوڑنا کل کا بھروسہ نہیں اگر کل موت آجائے تو پھر اللہ کو کیا جواب دیں گے۔

مکتبہ انجمن کے تحت شائع ہونے والی ''آسان عربی گرامر'' کی تینوں کتابوں کی تدریس پر مشتمل
عربی گرامر VCDs
مدرس: لطف الرحمٰن خان
تعداد: 24 VCDs   قیمت: 960 روپے
مکتبہ خدام القرآن، لاہور
36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 03-5869501
www.tanzeem.org e-mail:info@tanzeem.org

"مسجدوں کا شہر" عراق کی جنگ میں تاریخی کردار

اکرام اللہ

بغداد سے صرف 30 میل مغرب میں تین لاکھ آبادی پر مشتمل فلوجہ "مسجدوں کے شہر" کے نام سے مشہور ہے۔ 34 برس قبل جب یہ حقیر فقیر افغانستان میں ہرات شہر میں ٹھہرا تو وہاں کی خوبصورت مساجد سے بہت متاثر ہوا ان مساجد کے نیلے پتھروں سے تعمیر شدہ اونچے اونچے میناروں کے حسن کے باعث ہرات کو میناروں کا سحر کہا جاتا تھا۔ مسجدوں اور میناروں کے علاوہ ان دو شہروں کی ایک اور قدر مشترک یہ ہے کہ ان دونوں شہروں نے حملہ آور سپر پاورز کو دندان شکن جواب دے کر نہ صرف اپنے عزم و استقلال اور شجاعت کی ان مٹ تاریخ رقم کی بلکہ غیر ملکی قبضہ کے خاتمہ کی راہ ہموار کی اور سوویت یونین اور امریکہ جیسے ممالک کو عبرتناک شکست سے دوچار کیا۔

بغداد پر قبضہ کے 18 ماہ بعد میں امریکن فوج فلوجہ کو سرنگوں نہ کر سکی۔ گلی گلی اور گھر گھر کی شدید مزاحمت نے دوسری جنگ عظیم کے دوران جرمن فوجوں کے خلاف روس کے شہر سٹالن گراڈ کی یاد تازہ کر دی۔ تین ہفتوں کے طویل محاصرہ کے بعد جس میں فلوجہ کے لوگوں پر زندگی تنگ کر دی گئی وہاں کے لوگوں نے "اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد" سچ ثابت کر دکھایا۔ امریکن میرین دستوں کو پسپا ہو کر مسجدوں کا شہر خالی کرنا پڑا۔ جنگ بندی کے عہد نامہ کے تحت فلوجہ کی سیکورٹی اور نظم و نسق عراقی انتظامیہ کونسل کے نمائندوں اور ایک نئے تشکیل شدہ "فلوجہ بریگیڈ" کے حوالے کر دیا گیا۔ یہ بریگیڈ فلوجہ کے شہریوں پر مشتمل ہے جس کی کمانڈ اکثر و بیشتر صدام حسین دور کے سابق فوجی ری پبلکن گارڈ کے افسر کر رہے ہیں۔ اور اب اس شہر میں امریکن قابض فوج کا اثر و رسوخ صفر کے برابر ہے۔ اس کا اندازہ یوں لگائیے کہ بغداد میں امریکن فوج کے ہیڈ کوارٹر اور عراق کے امریکن ایڈمنسٹریٹر کے پہلو میں اتنے فاصلہ پر جیسے لاہور سے کامونکے یا قصور کا شہر ہو۔ ایک ایسا نظام حکومت نافذ ہے جو امریکن لبرل جمہوری تصورات سے انتہائی متصادم ہے جیسے طالبان کا نظام تھا۔ اس کی چند تازہ ترین جھلکیاں قارئین کی خدمت میں پیش ہیں جو امریکہ کی مشہور اخبار "سان فرانسسکو" میں 26 مئی کو شائع ہوئی ہیں۔

☆......خواتین شاذ و نادر ہی پبلک مقامات یا بازاروں میں نظر آتی ہیں۔ وہ جب بھی گھروں سے باہر نکلتی ہیں تو اسلامی روایات کے مطابق سر سے پاؤں تک بدن کو ڈھانپنے والا ملبوس زیب تن کرتی ہیں۔

☆......شہر میں عورتوں کے بیوٹی پارلر اور بالوں کی آرائش اور دیگر نوعیت کی سنگھار کی دکانیں بند کر دی گئی ہیں۔

☆......مسلمان مردوں کے مغربی طرز پر بال کٹوانے کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی۔ بار بر دکانوں کو اس بارے میں خصوصی ہدایات جاری کی گئی ہیں۔ نوجوان بالغ مردوں کی اکثریت نے داڑھی رکھنا شروع کر دی ہے۔

☆......اسلامی طرز حیات اپنانے کے سلسلہ میں پہلا ضروری اقدام پانچوں نمازوں کی وقت پر ادائیگی ہے۔ شہر کی تمام مساجد' دفتروں اور دکانوں میں اس کی پابندی نمایاں نظر آتی ہے۔

☆......فلوجہ شہر میں شراب کی کوئی دکان نظر نہیں آتی۔ شراب بیچنے یا پینے پر سخت پابندی ہے اس حکم کی خلاف ورزی پر سخت کارروائی کی جاتی ہے۔ گزشتہ اتوار کو چار افراد کو یہ قانون توڑنے پر 80 کوڑے لگائے گئے اور ایک پک اپ میں بٹھا کر ان کی ننگی پیٹھوں پر رستے ہوئے خون کی تمام شہر میں نمائش کی گئی تاکہ دوسرے عبرت حاصل کریں۔

اسلامی قوانین کے نفاذ میں فلوجہ کے مجاہدین سعودی عرب اور طالبان سے بھی آگے ہیں لیکن 30 میل دور بغداد میں بیٹھی امریکن قابض افواج "بنیاد پرست" عناصر کو "لبرل اسلام" کا درس دینے کا حوصلہ نہیں رکھتی۔ کیونکہ اس شہر کی تمام مسجدوں سے اللہ اکبر کی گونج میں 3 لاکھ کی آبادی اس ایک ایشو پر مرنے مارنے کے لئے تیار ہے کہ وہ اپنی پسند کے نظام حیات میں کسی غیر کو دخل اندازی کی اجازت نہیں دیں گے۔

فلوجہ کا پیغام عراق کے دوسرے شہروں میں بھی پھیل رہا ہے اور اس کا فوری اثر کربلا' نجف اور کوفہ میں نمایاں ہے جہاں مقدس ترین مزارات مبارک کی بے حرمتی کے بعد مقامی آبادی کی مزاحمت اور اسلامی دنیا میں امریکہ کے خلاف نفرت کے باعث ان کی قابض فوجوں کو فلوجہ کی طرح کربلا' نجف اور کوفہ سے بھی پسپا ہونا پڑے گا۔ کیونکہ نمرود کی خدائی کبھی بھی زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتی۔ 30 جون کے بعد یا جب بھی عراق میں ایک خود مختار آزاد حکومت قائم ہوگی تقدیر کا مکافات عمل حرکت میں آنا شروع ہو جائے گا۔

میری آواز ـــ ہر طبقہ فکر کے نام

آج مسلمان پوری دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ کشمیر میں' فلسطین میں' عراق میں' چیچنیا' بوسنیا اور بھارت اور خود ہمارے ملک پاکستان میں غریب عوام نہایت ہی ظلم کا شکار ہیں ـــ آخر کیوں؟ کبھی ہم نے سوچا کہ ہم پوری دنیا میں ذلت و مسکنت کا شکار کیوں ہیں؟ ہم جب اس گہرائی میں جاتے ہیں تو ہمیں اس کی ایک ہی وجہ دکھائی دیتی ہے اور وہ ہے غداری ـــ اپنے رب سے غداری ـــ نبی کریم ﷺ سے غداری ـــ دین اسلام سے غداری' اپنے بزرگوں کے خون سے غداری ـــ اپنے ضمیر سے غداری اور وطن عزیز سے غداری۔

ہمارے بزرگوں نے یہ وطن اس لئے بنایا تھا کہ ہماری آنے والی نسلیں کسی کی غلام نہ بن جائیں۔ اس ملک میں اللہ کا دین نافذ ہو نبی اکرم ﷺ کی شریعت نافذ ہو۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ ہم نے نظام خلافت راشدہ تو کیا نافذ کرنا تھا' ہم خود کافروں کے تابع ہو کر رہ گئے۔ ہمارا کلچر' ہماری تہذیب و ثقافت حتیٰ کہ ہمارا جینا مرنا بھی کفار کے تابع ہو کر رہ گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں ظلم' ناانصافی' بے روزگاری اور بے سکونی سرعام دکھائی دیتی ہے۔ جب قومیں اللہ رب العالمین سے عہد شکنی کرتی ہیں تو ان کا انجام بہت ہی برا ہوتا ہے اور سابقہ منحرف قوموں کا حال تو ہم قرآن وحدیث اور تاریخ پڑھ کر بھی ان کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ آج اللہ ہمیں بھی مختلف طریقوں سے آگاہ کر رہا ہے کہ اے میرے بندو! آؤ میری طرف اگر تم نے مجھ سے عہد شکنی کر ہی لی ہے تو میں معاف کرنے والا ہوں۔ تم توبہ کرو میں تمہارے گناہوں کو معاف کر دوں گا۔ میری حکمرانوں اور مسلمانوں سے گزارش ہے کہ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں' ہمارا رب بڑا معاف کرنے والا ہے اور ہوش کے ناخن لیں اور غلامی کی زنجیریں توڑ کر اس ملک میں نظام خلافت کے لئے کوشش کریں تاکہ روز آخرت ہمارا رب ہم سے یہ سوال کرے کہ بتاؤ تم نے میرے دین کو نافذ کرنے کے لئے کیا کوشش کی؟ ہم جواب دے سکیں کہ ہم نے تو مقدور بھر کوشش کی تھی صرف اسی طرح ہم اپنے رب کی جناب میں سرخرو ہو سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ (حافظ زوہیب طیب)

E-mail:Zoheebahmad806@hotmail.com

شہر بہ شہر، قصبہ بہ قصبہ "تنظیم اسلامی" کی سرگرمیاں اور اطلاعات

بانیٔ تنظیم اسلامی کا پشاور میں ماہانہ خطاب

عرصہ دراز سے صدر انجمن خدام القرآن سرحد ڈاکٹر محمد اقبال صافی کی خواہش تھی کہ سرپرست اعلیٰ انجمن خدام القرآن سرحد و بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد پشاور میں ماہانہ پروگرام کے لئے وقت مختص کریں لیکن گوناگوں وجوہات کی بناء پر یہ معاملہ سرنہ ہوسکا۔

تقریباً ڈیڑھ سال کے فصل کے بعد ماہ مئی میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب پشاور تشریف لائے اور اوقاف آڈیٹوریم پشاور میں "موجودہ عالمی حالات میں اسلام اور پاکستان کا مستقبل" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ بعدازاں جون کے مہینے میں 6 جون کی تاریخ عنایت کی گئی اور ساتھ ہی امیر حلقہ سرحد جنوبی میجر (ر) فتح محمد کی زبانی یہ خوشخبری ملی کہ بانی تنظیم اسلامی نے ہر ماہ کا پہلا اتوار پشاور کے لئے مختص کردیا ہے۔ یہ خبر سن کر رفقاء پشاور میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ایک ہفتے کے نوٹس پر یہ پروگرام ترتیب دیا گیا۔ پروگرام کی بینرز' پوسٹرز' اخبارات میں اور اشتہار اور کیبل پر اعلان کے ذریعے تشہیر کی گئی۔

مورخہ 6 جون بروز اتوار کو بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نماز مغرب سے قبل ہی آڈیٹوریم تشریف لے آئے۔ نماز مغرب کے بعد تلاوت کلام پاک سے تقریب کا آغاز ہوا۔ قاری رفیق الرحمٰن نے تلاوت کی۔ بعدازاں سٹیج سیکرٹری انجینئر طارق خورشید نے پروگرام کا آغاز کرتے ہوئے صدر انجمن خدام القرآن سرحد ڈاکٹر محمد اقبال صافی کو دعوت خطاب دی۔ انہوں نے افتتاحی اور خیر مقدمی خطاب میں حاضرین کو خوش آمدید کہا اور ان کو یہ مژدہ سنایا کہ ان شاء اللہ العزیز محترم ڈاکٹر اسرار احمد اب ہر ماہ کے پہلے اتوار کو پشاور تشریف لائیں گے۔ بعدازاں محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے "رسول انقلاب کا طریقہ انقلاب" کے موضوع پر اپنی گفتگو کا آغاز کیا اور دور حاضر کی جدید اصطلاحات کی روشنی میں انقلاب کے مراحل کو بیان کیا اور بعدازاں سیرت النبیؐ سے واقعات کی روشنی میں ان میں رنگ بھرا۔ بانی تنظیم کی یہ تقریر انتہائی مربوط تھی اور پونے دو گھنٹے کے اس خطاب میں کوئی موضوع تشنہ نہیں چھوڑا۔ اس خطاب کا پریس ریلیز اخبارات کو جاری کیا گیا جو تمام اخبارات نے نمایاں اور جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا۔

(مرتب: خورشید انجم' جنرل سیکرٹری انجمن خدام القرآن' سرحد)

حلقہ سرحد شمالی کی دعوتی سرگرمیاں

ہر مہینے کے پہلے ہفتے میں حلقہ سرحد شمالی کے مرکزی دفتر تیمرگرہ ڈیر میں تمام تنظیموں کا مشترکہ شب بسری دعوتی و تربیتی پروگرام ہوتا ہے۔ اس پروگرام کے ساتھ احباب کے لئے بھی پروگرام کا انعقاد ہوتا ہے۔ 6 جون کو حلقہ سرحد شمالی نے اس طرح کے ایک پروگرام کا انعقاد کیا۔ پروگرام کی ابتدا مولانا غلام اللہ خان حقانی کے افتتاحی کلمات سے ہوئی۔ نماز عصر کے بعد شوکت اللہ شاکر "دعوت دین اور اس کا طریقہ کار" پر سامعین سے مخاطب ہوئے۔ آپ نے موجودہ دور میں دعوت دین کے فکری' فلسفی اور عملی پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم دین کے بجائے مذہبی دعوت پھیلا رہے ہیں۔ ہمارا تمام لٹریچر مناظرانہ اور تنقیدی انداز میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔ ہم دوسروں پر تنقید کرتے ہیں لیکن خود مغرب کے پرستار بنے ہوئے ہیں۔ عملی لحاظ سے ہم نے دنیا کے ایک انچ پر بھی اللہ کا دین قائم نہیں کیا ہے۔ آپ نے نہایت علمی اور خوبصورت انداز میں سامعین کی توجہ حکمت دعوت کے اصولوں کی جانب دلائی۔

نماز عشاء کے بعد عبیداللہ صاحب نے درس حدیث دیا۔ آپ نے منافق میں جو نشانیاں پائی جاتی ہیں' حدیث کی رو سے واضح کیں۔ عشایئے کے بعد غلام اللہ خان حقانی صاحب نے حقیقت علم کے موضوع پر ڈیڑھ گھنٹہ سامعین سے خطاب کیا۔ آپ نے واضح کیا کہ خلافت کے حقدار وہ ہوتے ہیں جو علم وحی سمیت علم کائنات سے بھی مزین ہوتے ہیں۔ تب وہ اقوام عالم کی امامت کرتے ہیں۔ اس کے بعد احباب کے لئے خصوصی پروگرام کا بندوبست کیا گیا تھا۔ اس پروگرام کے پہلے مقرر فیض الرحمٰن تھے۔ آپ نے "حقیقتِ ایمان" کے موضوع پر بہت دلکش لیکچر

دیا۔ اس کے بعد حبیب علی صاحب نے "دین و مذہب" کے فرق کو تختہ سیاہ پر واضح کیا۔ آپ نے واضح کیا کہ اسلام دین ہے نہ کہ مذہب' لیکن اکثر لوگ دین و مذہب کو ہم معنی لیتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر اللہ کو اجتماعی معاملات سے خارج کر دیتے ہیں۔ آخر میں غلام اللہ حقانی صاحب نے منہج انقلاب نبویؐ پر بحث کی۔

اجتماعی دعا پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (ابو کلیم محسن' باجوڑ)

ایک روزہ دعوتی و تربیتی اجتماع

تنظیم اسلامی بیبوڑ اور اسرہ دیر نے مشترکہ طور پر مورخہ 27 مئی کو بمقام چکیاتن دعوتی و تربیتی اجتماع منعقد کی۔ جس میں بیبوڑ سے چار رفقاء اور دیر سے سات رفقاء نے شرکت کی۔ اجتماع کا آغاز بعداز نماز عصر سے ہوا۔ دو مساجد میں بندگی رب اور فرائض دینی کے جامع تصور پر بیان ہوا۔ ایک میں جناب عالم زیب صاحب اور دوسری مسجد میں جناب ممتاز بخت صاحب نے مختصراً بیان کیا۔ دونوں میں حاضری اوسطاً 80 تھی۔ قبل از نماز مغرب مشاورت کی گئی کہ باقی ماندہ نشستوں کے موضوعات اور بعداز نماز عشاء تربیتی نشستیں جاری رکھنے اور اس میں رفقاء کی تربیت کے حوالے سے مختلف موضوعات رکھنے کا مشورہ ہوا۔ بعداز نماز مغرب جامع مسجد چکیاتن خاص میں منہج پر ممتاز بخت صاحب نے خطاب فرمایا۔ جس میں 50 احباب شریک رہے۔ تیسری نشست درس حدیث کی تھی جو بعداز نماز عشاء جناب ممتاز بخت نے تعلیم اور تعلّم کے موضوع پر دیا۔ اس میں بھی 30 افراد نے شرکت کی۔ بعداز درس حدیث رفقاء کی تربیتی نشست ہوئی۔ جس میں دعوت دین پر مذاکرہ ہوا کہ موجودہ معاشرے میں مختلف طبقات کے لوگوں کو تنظیم کی دعوت دینے کے مختلف انداز سے دعوت دینے پر مذاکرہ ہوا۔ اگلی اور آخری نشست فرائض دینی کے موضوع پر رفقاء کا مختصراً مختصراً بیان ہوا۔

اگلی صبح بعداز نماز فجر درس قرآن تھا۔ جناب عالم زیب صاحب نے سورۃ العصر کا درس دیا۔ بعداز درس قرآن کے آئندہ ماہ اسی نوعیت کے دعوتی و تربیتی اجتماع کے انعقاد اور جگہ کا تعین ہوا اور رفقاء کو موضوعات دے دیئے گئے' تاکہ تمام رفقاء کچھ نہ کچھ حصہ لیں۔ اسی کے ساتھ ایک روزہ دعوتی و تربیتی اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: سعید اللہ خان' دیر)

ناظمِ دعوت تنظیم اسلامی کا دورہ بلوچستان

رحمت اللہ بٹر صاحب' ناظم دعوت اور ان کے معاون جناب محمد اشرف وصی صاحب 4 جون بروز جمعہ ٹرین کے ذریعہ کوئٹہ پہنچے۔ اسی روز عصر تا عشاء نقیب اسرہ شہر جناب خواجہ ندیم احمد صاحب کے مکان پر ایک ورکشاپ منعقد ہوئی جس کا موضوع "فرائض دینی کا جامع تصور" اور "جہاد فی سبیل اللہ" تھا۔ جس میں رفقاء اور احباب نے شرکت کی۔ 15 ملتزم رفقاء میں سے 14 ملتزم رفقاء نے شرکت کی۔ کل حاضری تقریباً 30 تھی۔ اگلے روز بعداز نماز ظہر عازم خضدار ہوئے جو کوئٹہ سے تقریباً 300 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔

سہ روزہ دعوتی' تربیتی پروگرام جو خضدار میں منعقد ہوئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

انجینئرنگ یونیورسٹی خضدار میں مسلسل تین روز تک بعداز نماز مغرب رحمت اللہ بٹر صاحب نے "انسان کا مقصد حیات" "امت مسلمہ کا مقام اور فریضہ" اور شہادت علی الناس کے موضوع پر خطاب کیا۔

طلباء اور اساتذہ شریک ہوئے۔ حاضری اوسطاً 65-70 رہی۔

دو مساجد میں مسلسل تین روز تک بعداز نماز عصر (رحمت اللہ بٹر صاحب) اور بعداز نماز عشاء (محمد اشرف وصی صاحب) نے اوپر دیئے گئے موضوع پر خطابات کئے۔ ایک مسجد میں اوسطاً حاضری 20-25 اور دوسری مسجد میں اوسطاً حاضری 60-65 رہی۔ علاوہ ازیں ایک کالج میں دن کے وقت وصی صاحب نے تقریباً دس اساتذہ سے خطاب فرمایا۔ آخر میں سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔ ایک ہائی سکول کی اسمبلی سے اشرف وصی صاحب نے اور ایک دوسرے سکول کی اسمبلی

سے رحمت اللہ بٹر صاحب نے خطاب فرمایا جس میں طلباء کے علاوہ اساتذہ نے بھی شرکت کی۔

صبح کے اوقات میں ایک مسجد میں ورکشاپ منعقد کی گئی جس کا موضوع "فرائض دینی کا جامع تصور" اور "جہاد فی سبیل اللہ" تھا۔ پہلے دن 10 رفقاء اور احباب اور دوسرے دن 5 رفقاء اور احباب شریک ہوئے۔ تیسرے دن یہ پروگرام نہیں ہوسکا۔ 9 جون بروز بدھ بعد نماز فجر خضدار سے کوئٹہ کے لئے روانہ ہوئے اور شام 4 بجے بذریعہ ٹرین ناظم دعوت اور ان کے معاون واپس عازم لاہور ہوئے۔ اللہ رب العزت اقتدار احمد خان صاحب نقیب اسرہ خضدار کو اپنے خزانے سے خوب اجر عطا فرمائیں جن کی مساعی سے بہت شارٹ نوٹس پر اللہ کی توفیق سے اتنے بھرپور پروگرام ہوئے۔ (محمد راشد گنگوہی امیر حلقہ بلوچستان)

سرگودھا ماہ مئی: تنظیم اسلامی کی سرگرمیاں

ماہ مئی میں بھی مرکز سے جاری کردہ تحریک "ففروا الی اللہ" ہی رفقاء کی سرگرمیوں کا محور و مرکز رہی۔ رفقاء کے ذاتی رابطے بذریعہ اشتہار اور دعوتی پمفلٹ جاری رہے۔ عوامی مراکز خاص کر بس سٹینڈز جہاں سے ملک کے مختلف حصوں میں ٹرانسپورٹ چلتی ہے دلچسپی کا محور رہی۔ تاکہ دور دراز علاقوں میں جانے والے علمی و معاشرتی طور پر مختلف سطح کے مسافروں سے ممکنہ تعارفی رابطوں کے ذریعے اس تحریک سے متعلق دعوت کو اشتہاروں کے ذریعے سے پہچانے کی سبیل کی جائے۔

عزیزم عمر فاروق کی مساعی "ففروا الی اللہ" کی وال چاکنگ کی مہم کے زمرے میں بہت ہی قابل ستائش رہی۔ موسم کی شدت کے باعث یہ کام چونکہ دن میں ممکن نہ تھا لہٰذا اس مہم کے لئے بعد نماز عشاء کا وقت مقرر کیا اور رات گئے تک جاری رکھا گیا۔ مشرقی تنظیم کی حدود میں گلی گلی اور محلہ محلہ اس کی پکار سنی جارہی ہے اور اس کام کی FeedBack عوام کی طرف سے خاصی حوصلہ افزاء رہی۔ خاص کر تعارف تنظیم اسلامی کے معاملے میں۔ اس جدوجہد میں عمر فاروق کے ساتھ عزیزم محمد رفیق، سعید احمد حیات، عبدالخالق، اعجاز وغیرہ نے بھی بڑی لگن اور قربانی کا ثبوت دیا۔ اللہ تعالیٰ ان نوجوانوں کو زندہ اور جوان جذبہ نصیب فرمائے۔

ڈاکٹر رفیع الدین صاحب کی مسلسل مساعی سے جوہر آباد کے رفقاء کو فعال کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی۔ جوہر آباد میں بھی تحریک کو متعارف کروانے کا کام حوصلہ افزا رہا۔ ڈاکٹر عبدالرحمان کا خطاب جمعہ بھی "ففروا الی اللہ" ہی کے عنوان پر موقوف ہے اور بھرپور طور پر عوامی سطح پر بات پھیلانے کا ذریعہ بنے۔ مسجد جامع القرآن میں ماہ مئی کی آخری جمعرات اور جمعۃ المبارک کی درمیانی شب کو ذیلی حلقہ میں بھرپور شب بسری کا پروگرام منعقد ہوا۔ دونوں تنظیم کے رفقاء جمع ہوئے اور عشاء سے شروع ہو کر اگلے دن اشراق پر پروگرام ختم ہوا۔ حاضری بھی تسلی بخش رہی اور تربیتی لحاظ سے یہ پروگرام بہت ہی کامیاب رہا۔ ڈاکٹر رفیع الدین اور مہر اللہ یار کی مساعی اس پروگرام کی کامیابی میں نمایاں رہیں، جبکہ صوبیدار محمد اکرم صاحب کی والہانہ شرکت دیدنی تھی۔ اسی ماہ کے دوران دو مساجد میں ضلع کچہری اور نیو سٹلائٹ ٹاؤن میں بعد از نماز مختصر خطاب بھی اس موضوع کے متعلق مختصر خطابات ہوئے۔

اخبارات میں پریس ریلیزیں دی گئیں جو مقامی اخبارات میں شائع ہوئیں۔

(ملک خدا بخش امیر تنظیم اسلامی ذیلی حلقہ سرگودھا)

حلقہ بہاولنگر کا ماہانہ اجتماع

حلقہ بہاولنگر کا ماہانہ اجتماع ہر ماہ کے پہلے اتوار کو منعقد ہوتا ہے۔ لہٰذا اس دفعہ یہ اجتماع ماہ جون کے پہلے اتوار 6 تاریخ کو مسجد جامع القرآن ہارون آباد میں منعقد ہوا۔ شرکاء میں 55 رفقاء و احباب شامل تھے۔ اجتماع کا آغاز ساڑھے گیارہ بجے تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ حافظ بشیر احمد صاحب نے تلاوت کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد ذوالفقار علی صاحب نے تمہیدی گفتگو کی اور امیر حلقہ جناب محمد منیر احمد صاحب کو درس قرآن کی دعوت دی۔ انہوں نے سورۃ الحج کی آیات '77، 78' کی روشنی میں "دینی فرائض کا جامع تصور" اور "جہاد فی سبیل اللہ" کے مقاصد و مراحل پر تفصیلی گفتگو کی۔ ان کے خطاب نے رفقاء کے اندر عبادت رب، شہادت علی الناس اور اقامت دین کے حوالے سے ایک نئی روح پھونک دی۔ اس کے بعد نماز ظہر اور کھانے کا وقفہ ہوا۔ وقفہ کے بعد درس حدیث ہوا۔ جناب ذوالفقار علی صاحب مدرس تھے۔ اس کے بعد بہاولپور کے ملتزم رفیق جناب ظفر اقبال نے مختصر طور پر انفرادی کردار کو بطور نمونہ پیش کرنے پر گفتگو کی۔ پروگرام کا اختتام امیر حلقہ کے مختصر خطاب پر ہوا۔ جس میں انہوں نے تنظیمی امور کے متعلق بریفنگ دی۔ (مرتب: سجاد سرور)

تنظیم اسلامی گوجرخان کی دعوتی سرگرمیاں

14 جون بروز پیر بعد نماز مغرب جامع مسجد العابد میں تنظیم اسلامی گوجرخان نے ایک دعوتی پروگرام بعنوان "نبی اکرم کا مقصد بعثت" ترتیب دیا۔ جس کے مقرر خالد محمود عباسی (ناظم تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی) تھے۔ پروگرام کی تشہیر کے لئے ہینڈ بلز اور بینرز کو استعمال کیا گیا۔ جناب خالد محمود عباسی نے اپنے عنوان کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ سب سے پہلے آپ نے ساری انسانیت کو تخلیق کرنے کی غرض و غایت بیان کی کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے اور بندے کو بھی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو ایک غلام کی حیثیت سے پیش کرے۔ اس کے بعد آپ نے تمام انبیاء و رسل کی مقصد بعثت پر روشنی ڈالی اور واضح کیا کہ تمام انبیاء و رسل کی ذمہ داری شہادت علی الناس کا فریضہ سرانجام دینا تھا۔ تاہم اقامت دین کی سعادت صرف نبی اکرم ﷺ کو حاصل ہوئی۔ یہ پروگرام تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا اور تقریباً دو سو افراد نے اس میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی۔

مزید پروگرام کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ 7 جون سے 9 جولائی تک ایک تفہیم دین کورس ترتیب دیا گیا ہے، جو مسجد العابد ہی میں شام 5 بجے سے ساڑھے سات بجے تک روزانہ ہوتا ہے۔ کورس میں تقریباً 22 افراد شرکت کر رہے ہیں۔

2۔ ترجمۃ القرآن کی ایک کلاس روزانہ صبح 8 بجے سے 9 بجے تک دفتر تنظیم اسلامی گوجرخان میں ہو رہی ہے، جس میں لفظ بلفظ ترجمہ کی سعادت جناب مشتاق حسین صاحب، امیر تنظیم اسلامی گوجرخان حاصل کر رہے ہیں، اور تقریباً 20 افراد اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔

3۔ ایک پندرہ روزہ درس قرآن مسجد راجگان بڑکی میں ہو رہا ہے۔ مدرس جناب فاروق حسین صاحب اس میں منتخب نصاب کا مطالعہ کرا رہے ہیں اور اوسطاً 25 افراد شرکت کر رہے ہیں۔

4۔ مسجد ریلوے روڈ میں ایک پندرہ روزہ درس قرآن ترتیب دیا گیا ہے، جس کے مدرس جناب ساجد حسین صاحب ہیں۔ درس میں تقریباً 20 افراد شرکت کر رہے ہیں۔

5۔ جناب مشتاق حسین صاحب ہر بدھ بعد نماز مغرب مسجد تقویٰ میں درس قرآن دے رہے ہیں۔ درس میں اوسطاً 60 افراد شرکت کر رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام افراد کی محنت کو قبول فرمائے۔ (آمین) (رپورٹ: ندیم مجید)

دعائے مغفرت

☆ گجرات کے ملتزم رفیق محترم حاجی محمد اقبال صاحب کی اہلیہ قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئی ہیں۔ احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆ جناب فضل ربی شاہ ملتزم رفیق تھانہ مالاکنڈ ایجنسی صوبہ سرحد کی والدہ محترمہ مورخہ 8 جون کو انتقال کر گئیں۔ مرحومہ کی مغفرت کے لئے دعا فرمائیں۔

موجودہ عالمی حالات

کے پس منظر میں اسلام کا مستقبل

☆☆☆

کیا پاکستان کے خاتمے کی الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے اور کیا ابھی نجات کی راہ کھلی ہے؟ بانی تنظیم اسلامی **ڈاکٹر اسرار احمد** صاحب کے چشم کشا اور جھنجھوڑنے والے خطابات کتابی صورت میں ——— قیمت 30 روپے

مکتبہ خدام القرآن 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

Do they need the "freedoms" that will bring them mind-destroying entertainment and decadence?
Is that what our world needs?

The Future of Government

Is it really fair to be so hard on democracy when it is, after all, far better—in the West's opinion—than absolute monarchy, dictatorship or communist socialism?

It is *more* than fair! Why? Because we can state, with assured confidence, that democracy will ultimately be replaced by a FAR BETTER GOVERNMENT!

Before that government is set up, as some frightening Bible prophecies show us, democracy will come to a tragic end. Those who speak of the weaknesses of democracy often note its historically short-lived nature. Even America's forefathers were aware of this.

The Bible prophesies of the eventual downfall of the Anglo-American nations of our modern world (request your free copy of *The United States and Britain in Prophecy* for more). This will spell the end of democracy in these nations!

As for democracy in Europe, the Bible prophesies the rise of a European superpower, called the "beast," ruled by ONE dictatorial political leader and one religious leader (Herbert Armstrong's free booklet *Who or What Is the Prophetic Beast?* explains this). European countries will soon shed their democracies to be steered by these charismatic autocrats.

Paradoxically, all this will be a sign that GOOD NEWS is just around the corner—that a government far better than democracy or autocracy will take the reins of GLOBAL RULE!

Democracy is enjoying only a few more years of glory before it is erased from the planet for good! And though it means a temporarily dark time for world history just before Christ returns, it signals the greatest news we could ever hear! This is the "good news" that is the *gospel*—the message Jesus Christ preached concerning the literal "kingdom of God" (Mark 1:14) to be set up ON EARTH!

There is a better form of government! And it will rule ALL NATIONS!

"DEMOCRACY ON TRIAL"

پر صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن وبانی تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا تبصرہ

سب جانتے ہیں کہ برطانیہ اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ (USA) کے عیسائیوں کی عظیم اکثریت پوپ کے اختیار واقتدار سے بغاوت کرنے والے ''احتجاجی'' عیسائیوں (PROTESTANTS) پر مشتمل ہے۔ اور ان کا اس وقت سب سے زیادہ فعال عنصر ''انجیلیوں'' (EVANGELISTS) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کا ایک ماہنامہ جریدہ ''صُور'' (TRUMPET) کے نام سے فلاڈلفیا سے شائع ہوتا ہے۔ اس کے جون 2004ء کے شمارے کا عنوانِ بالا کے تحت شائع شدہ مضمون یہاں اس لئے شائع کیا جا رہا ہے کہ ''ندائے خلافت'' کے قارئین کو مذہبی عیسائیوں کے فعال اور موثر طبقے کے ذہن سے واقفیت ہو جائے۔

قارئین ''ندائے خلافت'' واقف ہیں کہ اس سے قبل برادر عزیز عابد اللہ جان کی معرکتہ الآراء کتاب:

"THE END OF DEMOCRACY"

کے نام سے طبع ہو کر منصۂ شہود پر آ چکی ہے...... اس میں مغربی جمہوریت کا فلسفیانہ انداز میں ردّ بھی کیا گیا ہے اور یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ اب اس کے دن گنے جا چکے ہیں۔ ماہنامہ TRUMPET کے پیش نظر مضمون کا بھی آخری نتیجہ تو یہی ہے...... البتہ صاحب مضمون نے جس عام فہم اور سادہ انداز میں مغربی جمہوریت کے محاسن اور معائب کا تجزیہ کیا ہے وہ نہایت خوبصورت ہے' خاص طور پر اس کے یہ جملے کہ

''اگر کسی معاشرے کا اخلاقی تانا بانا شکست وریخت سے دوچار ہو جائے' جیسا کہ اس وقت ہے' تو جمہوری نظامِ حکومت کے ذریعے اس اخلاقی زوال میں تسلسل اور دوام پیدا ہو جاتا ہے'' ......

اور اس سے بھی زیادہ جملہ یہ کہ

''اگر ہم اپنے تصور 'آزادی' کو دوسرے ممالک کو EXPORT کریں گے تو اس کے صاف معنی یہ ہوں گے کہ ہم اپنی تشدد پسند تفریحات' عریانی کی تشہیر واشاعت' اپنی بیہودہ اور سفلی جذبات کو بھڑکانے والی موسیقی...... اور ان سب کے نتیجے میں خاندانی نظام کی تباہی کو بھی برآمد یعنی EXPORT کریں گے!''

جہاں تک اس دنیا کے خاتمے (قیامت) سے قبل کا یہ معاملہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام دنیا میں دوبارہ آئیں گے اور پوری دنیا میں اللہ کے نظام عدل وقسط (دین حق) کو نافذ کریں گے' یہ ہمارے اور عیسائیوں کے مابین مشترک ہے' مگر فرق یہ ہے کہ ہمارے نزدیک وہؑ النبی الخاتم محمد رسول اللہ ﷺ کے تابع ہوں گے اور پوری دنیا میں اسلام کا جھنڈا لہرا دیں گے ...... جبکہ عیسائیوں کا خیال ہے کہ وہ سینٹ پال (St.Paul) کی ایجاد کردہ مسیحیت (CHRISTIANITY) جسے مسیحیت کی بجائے پالزم (PAULISM) قرار دیا جانا چاہئے' ہی کا پرچار کریں گے...... البتہ اس امر پر ہمارے مابین اتفاق ہے کہ جو یہودی اس آمدِ ثانی پر بھی حضرت عیسیٰؑ پر ایمان نہیں لائیں گے' وہ سب قومِ نوحؑ' قومِ ہودؑ' قومِ صالحؑ' قومِ شعیبؑ' سدوم اور عامورہ کی بستیوں اور آلِ فرعون کے مانند فنا کر دیئے جائیں گے۔ EVANGELISTS کے نزدیک صرف بیس فیصد یہودی ایمان لائیں گے جبکہ اسّی فیصد ختم کر دیئے جائیں گے۔ جبکہ احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی کُل کے کُل ختم ہو جائیں گے! واللہ اعلم!!

flourish in a society that allows freedoms of speech and expression. Freedom of the press means that the government does not have direct control of the media, as it does in countries like China and Zimbabwe. This Western ideal is another tactic that prevents those in power from gaining too much control and also allows the free flow of varying viewpoints on varying subjects. These freedoms engender ingenuity, ideas, invention and industry. They encourage creativity, opportunity and, by extension, wealth and prosperity.

Democracy's Weaknesses

These points present a remarkable case for democracy. But sadly, we can take the same three points and examine how democracy fails as a system of government—how it fulfills Churchill's description as "the worst form."

FIRST: A nation governed "for the people" and run "by the people" sits in a precarious position. If the citizens want a leader who focuses more on domestic turmoil than outside threats, the country will elect such a leader—despite what the greater danger actually is. Likewise, if a leader makes a decision based on what is best for the country yet contrary to the general consensus, the public may opt to yank him from office, regardless of the harm this may cause.

If the national will or morale is in tatters, administrations will be set up to reflect this spirit. If the moral fabric of the population begins to unravel, such decline will only be *exacerbated* by a democratic system. A society glutted on harmful entertainment will not elect leaders who will legislate against the same. A people no longer concerned with the sanctity of marriage will elect leaders with sympathetic agendas. Citizens more concerned about their own financial troubles than terrorism will elect politicians who promise to cater to these concerns. "The people" often can be narrow-minded and selfish.

SECOND: The very safety valves in place to guard against human corruption actually build several inherent weaknesses into the system.

Democracy limits the effectiveness of a national leader in dealing with other nations. A limited length of term and number of terms can often transform a nation's foreign policy—weakening its credibility and leverage in the global arena. The Islamic radicals who attacked Spain on March 11—just 74 hours before citizens went to the polls—knew this well.

Built into this system of terms and checks and balances—and a government "by the people"—is *free elections*. But this activity also gives democracy an unavoidable weakness: Those put in the positions of responsibility—as fallible, selfish human beings—will often seek election, re-election or higher office for themselves more than they will speak the truth, legislate or execute in a manner that is truly BEST for the people.

When the revolutionary European politician Franz Josef Strauss visited the Pasadena campus of Ambassador College in January 1969, just days after Richard Nixon took office, he met with Chancellor Herbert Armstrong. Mr. Armstrong recalled a question a guest asked of Mr. Strauss: "What do you think was going on in Mr. Nixon's mind as he was taking the oath of office?" Strauss, without hesitation, responded: "How to be reelected four years from now, of course."

Today, leading politicians wage expensive and bitter battles leading up to the November elections. Both sides labor to show the other side's ineptitude at guiding the country; both sides are highlighting their own qualities and strengths; the presiding administration, this close to November, will avoid subjects it considers too sensitive for an election year. And why? All to GET the office!

THIRD: A weakness in democracy, borne out of this blessing of freedom, is that our many freedoms can be taken to immoral extremes and decadence. In Anglo-American democracy, the pluralist, tolerant approach is applied to the point where "freedom of speech" protects obscenity, pornography, vulgar music and violent entertainment, and where "freedom of religion" warrants the complete removal of ALL religion from public society.

This makes democracy potentially the most fragile of governmental systems. Since national power resides in the people, the nation as a whole is only as strong as the individual character of its citizens. Even America's founders knew that in order for this system to work, those being governed (i.e. those in ultimate control) had to be God-fearing, upright citizens, or the system would eventually self-destruct. In an address to the military, John Adams said, "Our Constitution was made only for a moral and religious people. It is wholly inadequate to the government of any other" (Oct. 11, 1798). George Washington said, "It is impossible to rightly govern the world without God and the Bible" (Sept. 17, 1796).

Critical to grasping this point is the understanding that there is a devil who deceives the whole world and is the prince of the power of the air (Revelation 12:9; Ephesians 2:2). The Bible, God's Word, shows us that Satan is constantly broadcasting corrupt thoughts, impulses and moods to mankind (see article, p. 10). All people are subject to the invisible sway of Satan the devil—and in a government "of the people, by the people," the system becomes endangered when these freedoms go unrestrained.

We must ask, if President Bush wants to "change the world," *what is he going to change it to?* Would the world be such a better place if it were cast in the image of the United States of America? Exporting our freedom means exporting our violent entertainment, our pornography, our vulgar music, and by extension our family breakdown!

Democracy, despite its strengths, is ill-equipped to bring the world the peace it so desperately needs. And America, the paragon of this ideology and governmental structure, is setting an appalling example for a nation that has it all—democracy, freedom, riches and the power to spread it around the world. Is this what the Iraqis need? They obviously suffered under Saddam Hussein's autocratic regime. But is *democracy* really the answer? Will that solve the problems of the Middle East? Do these nations need the chaos installed by what equates to *mass rule?*

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No. 26

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

A Christian Analysis of Present Day Democracy And The Final Destiny of The World

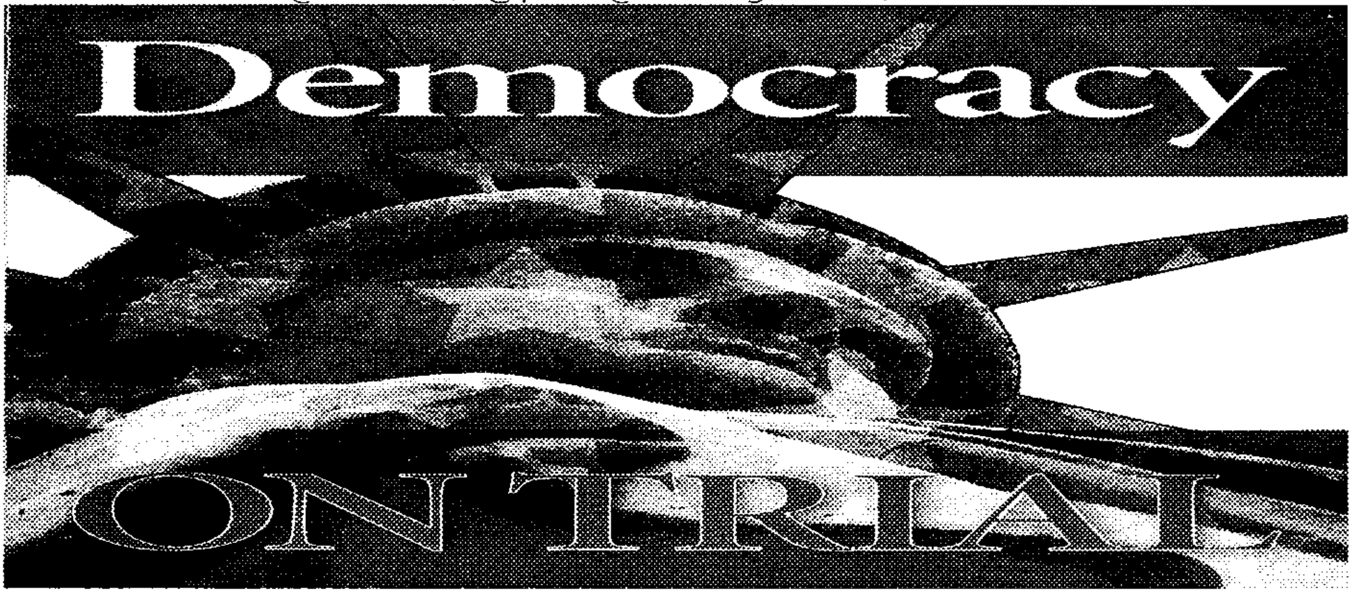

Courtsy: The Philedelphia Trumpet June2004

In Iraq, blood continues to be spilled in the name of democracy. Is this a worthy cause? Is it worth the lives lost? Can democracy succeed in the Middle East? Is there a better system?

By Ryan Malone

Toppling a dictatorship is one thing. Filling the leadership void with a functioning government is an entirely different matter. By the end of this month, though, the United States plans to hand over "sovereignty" to the Iraqi people. To what extent this will actually happen remains to be seen, but the current U.S. administration is committed to replacing the former autocratic regime with—drum roll, please—democracy.

The establishment of democracy, according to George W. Bush in a May 1 radio address, is a matter of life and death. "The failure of Iraqi democracy would embolden terrorists around the globe, increase dangers to the American people, and extinguish the hopes of millions in the Middle East."

The American president predicted that, as the June 30 deadline approaches, "[W]e are likely to see more violence from groups opposed to freedom," but "we will finish our work in Iraq because the stakes for our country and the world are high."

President Bush, in his self-proclaimed effort to "change the world," is using Iraq as merely the starting point in what his administration has termed the Greater Middle East Initiative—a pledge to bring the hope of democracy to nations all over the Middle East. This initiative has been called the "most ambitious U.S. democracy effort since the end of the Cold War" (*Washington Post*, February 28). Including an array of diplomatic, cultural and economic measures, the campaign stands for free elections, independent media, equality for women and literacy, and would provide financial booster shots to the nations concerned.

This initiative to bring democracy to Iraq and the greater Middle East is one of the core goals of the Bush administration. The reasoning is that the world will be a better place if this greatest-of-all-governments is established in nations that presently threaten the stability of the world.

This ambition is not original with Mr. Bush. Since Woodrow Wilson's post-World War I efforts "to make the world safe for democracy" the U.S. has been on a quasi-crusade for what it considers the best form of government. America has long believed that its "enlightened" moral system of rule is the panacea needed to bring peace, prosperity and freedom worldwide.

Is it not fitting then at this point in Middle East history to take a candid look at democracy? Is it not fitting—as this November President Bush himself will come under the eye of the very system for which he crusades today—to ask how valuable this political ideology is to the stability of the world? Can democracy work in the Middle East? Does it truly work in the U.S.? Can it really work anywhere? Is there a better way to govern the affairs of humanity?

Democracy's Non-Western Face

Whether democracy is an enlightened form of rule or an abysmal failure, it should first be established in this context that democracy cannot retain its "Westernism" when applied to a non-Western nation. This is something American policymakers tend to minimize. And it casts an ominous cloud over the current U.S. administration's goal to bring democracy to Arab states.

For instance, democracy is often